رایہ اخبار

شمارنمبر 579

(عربی سے ترجمہ)

24-دسمبر-2025

رجب کو دوسری خلافت راشدہ کے شاندار قیام کا مشاہدہ کرنے دیں 2
اسد حکومت کے خاتمے کا ایک سال: چند اہم فکری پہلو 6
ڈینٹن اتھارٹی کی جانب سے حزب التحریر کے خلاف جارحیت کا تسلسل 10
سوڈانی سیکورٹی فورسز کے ہاتھوں حزب التحریر کے پانچ ارکان کی گرفتاری 12
دعوتِ دین کے علمبردار: صدر سیسی کی گرفت اور شریعت کے تقاضوں کے درمیان 13
چین اور امریکہ کے درمیان ہتھیاروں کی دوڑ 18
روانڈا اور جمہوریہ کانگو کے مابین تنازع اور اس کے حل کے لیے ٹرمپ کا منصوبہ 22
حزب التحریر / ولایہ لبنان کی رکن پارلیمنٹ ابراہیم منیمنہ سے ملاقات 26
کویتی عدالت نے حزب التحریر سے وابستگی پر ایک نوجوان کو پانچ سال قید کی سزا سنادی 27
شاہی اردنی فضائیہ کے اہلکارو! تم اس وقت کہاں کھڑے ہو جب یہودی تمہارے بھائیوں کے ساتھ یہ سب کر رہے ہیں؟! 28
استعماری مغرب اور مسلم حکمران: ایک ہی شکنجے کے دو جبڑے 30
برہان کے بدلتے ہوئے موقف: عسکری پیش قدمی سے ٹرمپ کے ذریعے قیامِ امن تک! 34
حزب التحریر / ولایہ سوڈان کے وفد کی ود مدنی شہر میں سلسلہ سمانیہ کے شیخ سے ملاقات 38
اب وقت آگیا ہے کہ امتِ مسلمہ سیکولرزم کے حصار سے باہر نکل کر سوچے 39
امت کی دولت ایک مجرم ٹولے کے ذریعے، اس کی خواہشات اور اس کے آقاؤں کے مفادات کی نذر کی جارہی ہے 40
"اور انہیں وہاں سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے۔" 42

اے امتِ مسلمہ کے علماء! آپ انبیاء (علیہم السلام) کے وارث اور اللہ کے بندوں پر رسولوں (علیہم السلام) کے امانت دار ہیں۔ لہٰذا، اپنی اس وراثت کی گراں قدر ذمہ داری سنبھالیں اور اس امانت کے حقدار بنیں تاکہ امتِ مسلمہ کو عالمی قیادت کے منصب پر دوبارہ فائز کرنے کے لیے اس کی رہنمائی فرما سکیں۔ امت کی قیادت کا علم بلند کریں تاکہ وہ اپنی حکمرانی (سلطان) ان غاصبوں سے واگزار کرا لے جنہوں نے اسے چھین رکھا ہے، اور ان قوم پرستانہ حدود کو جڑ سے اکھاڑ دیں جو مغرب نے اس کی سرزمین کے قلب میں کھینچی ہیں۔ ان تمام خطوں کو دوبارہ ایک ریاست کی صورت میں متحد کر دیں جیسا کہ وہ ماضی میں تھے۔ پھر آپ اور یہ امت ایک ایسے خلیفہ کی بیعتِ اطاعت کریں جو آپ کے مابین اللہ کا حکم نافذ کرے، تاکہ خلقِ خدا اسلام کو ایک عملی حقیقت کے طور پر نافذ ہوتا دیکھے اور اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو۔ تب آپ کتنے سعادت مند ہوں گے کہ یہ تمام نیکیاں آپ کے نامہ اعمال کی زینت بنیں گی اور انہی کے ساتھ آپ اپنے رب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔

عثمانی خلافت کے دردناک زوال کا مشاہدہ کرنے کے بعد رجب کو دوسری خلافت راشدہ کے شاندار قیام کا مشاہدہ کرنے دیں

تحریر: مصعب عمیر، ولایہ پاکستان

(ترجمہ)

اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، جو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے!

دو طویل، اذیت ناک سالوں تک، مسلم حکمرانوں، مغرب کے ایجنٹوں نے، ہمارے مطالبات کے باوجود ہمیں یہودی وجود کے خلاف اپنی افواج کو متحرک کرنے سے روکے رکھا۔ اس کے بعد، آج کے فرعون، ٹرمپ نے، ایک مکّارانہ جنگ بندی کا حکم دیا، جس میں مسلمانوں پر جنگ بندی لازم تھی جب کہ یہودی وجود اپنی بمباری جاری رکھے ہوئے ہے۔ اب، ٹرمپ مسلم دنیا میں اپنے ایجنٹوں کی مدد سے، یہودی وجود کو محفوظ بنانے اور مجاہدین کو غیر مسلح کرنے کے لیے، امریکی فوج کی کمان میں مسلم افواج کو متحرک کرنے کی تیاری کر رہا ہے!

مسلم حکمرانوں کی غداری کے ساتھ ساتھ، یہودی وجود غزہ کا وحشیانہ محاصرہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہودی وجود جان بچانے والی انسانی امداد کے داخلے کو روک رہا ہے، جس میں خیمے، کمبل اور دیگر ضروری سامان شامل ہیں، جب کہ لاکھوں مسلمانوں کو سخت سردی کے طوفانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو سخت سردی، تیز ہواؤں، موسلادھار بارش اور بڑے پیمانے پر سیلاب لے کر آئے ہیں۔

اے بہترین امت جو بنی نوع انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے!

3مارچ1924 عیسوی بمطابق 28رجب 1342 ہجری کو خلافت کے خاتمے کے بعد سے امت مسلمہ کی **زندگی کیسی ہے؟** یہ زندگی قبضے، جارحیت، شکست، ذلت، غربت اور مصائب سے بھری ہوئی ہے۔ جب ہمارا دین ہم پر نافذ نہیں ہے تو کیا

ہم کسی اور چیز کی توقع کر سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں متنبہ کیا ہے کہ ﴿**وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا**﴾ **"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی۔"** (سورۃ طٰہٰ 20:124) کیا ہم کسی اور چیز کی توقع کر سکتے ہیں جب ہمارے پاس ہماری حفاظت کے لیے کوئی ڈھال نہ ہو، کوئی صالح رہنما نہ ہو جو اسلام کے مطابق ہم پر حکومت کرے اور دشمنوں کے خلاف ہماری افواج کو متحرک کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تنبیہ فرمائی کہ «**يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا**» **"قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر (حملہ کرنے کے لیے) اس طرح ایک دوسرے کو بلائیں گی جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو اپنے برتن کی طرف بلاتے ہیں۔" [ابو داؤد]**

یاد رکھیں کہ رجب ہمیشہ اداسی اور تباہی کا وقت نہیں تھا۔ جب دین نافذ تھا، تو اس نے امت کے دشمنوں کے خلاف عظیم الشان فتوحات کا مشاہدہ کیا۔

رجب میں جنگ موتہ ہوئی، جو مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پہلی بڑی جنگ تھی۔ یہ اس وقت کی سب سے بڑی کافر قوت اور اپنے زمانے کی سپر پاور کے ساتھ جنگ تھی۔ اس میں اللہ کی تلوار، خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے تقریباً 200,000 کی رومی فوج کے مقابلے میں 3,000 جنگجوؤں کے ساتھ فاتحانہ انداز میں پسپائی اختیار کی، جبکہ رومیوں کی فوج تقریباً دو لاکھ جنگجوؤں پر مشتمل تھی۔ اس کے باوجود مسلمان نہ ہارے اور نہ ہی رومی جیتے۔ تو، ہمارے زمانے میں کفر کی سب سے بڑی طاقت، امریکہ کا مقابلہ کون کرے گا؟

اسی طرح رجب کے مہینے میں صلیبیوں پر قہر بن کر نازل ہونے والے فاتح صلاح الدین، نے بیت المقدس کو صلیبیوں سے آزاد کرایا، اور الاقصیٰ کو، صلیبی قبضے میں چلے جانے کے کئی عشروں بعد اسلام کی آغوش میں واپس لوٹایا۔ تو آج کون الاقصیٰ کو آزاد کرائے گا اور اسے یہودیوں کے ناپاک وجود سے پاک کرے گا؟! اور کون امت کا مددگار ہوگا، جو امت کی سرزمین کو آزاد کرائے گا اور امت کے کمزوروں کی مدد کرے گا، جبکہ مغربی صلیبیوں نے اپنی پوری طاقت اور وسائل کے ساتھ امت کے خلاف اتحاد کر لیا ہے؟

رجب میں عین جالوت کی جنگ ہوئی، جس میں مسلمانوں نے تاتاریوں کو شکست دی اور اسلامی سرزمین کی طرف ان کی تباہ کن پیش قدمی کو روکا۔ تو آج کون تاتاریوں کا مقابلہ کرے گا اور مظلوم امت کی مدد کرے گا جس کے لوگ کمزور اور بے بس ہیں؟

اور ہم نے اس مہینے میں معتصم باللہ کے دور میں عموریہ کی فتح دیکھی، جب اس نے ایک مسلمان خاتون کی پکار "وامعتصماہ" کا جواب دیا اور ایک عظیم فوج کے ساتھ روانہ ہوا اور شاندار فتح حاصل کی۔ تو کون ان ہزاروں خواتین کی مدد کرے گا جو چیخ رہی ہیں اور فریاد کر رہی ہیں؟

اے مسلمانو!

ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگا کہ ہم نے اپنے وقت میں کیا کچھ دیکھا اور ہم نے حالات کو درست کرنے کے لیے کیا کچھ کیا۔ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کے دین کو اپنے درمیان نافذ کرنے کے لیے کام کرتے ہوئے دین کی حمایت کرنی چاہیے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں فتح عطا فرمائے گا اور ہمارے قدم جمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ**﴾ **"اے ایمان والو اگر تم اللہ کا ساتھ دو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے گا۔" [سورۃ محمد:7]**

خلافت وہ نظام ہے جس کی طرف شرعی دلائل اشارہ کرتے ہیں، اور یہ تمام مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی امور میں عام سربراہی ہے۔ اسے اپنی اصل صورت میں قائم کرنا واجب ہے۔ یہ وہ نظام ہے جو امت کے اتحاد کو برقرار رکھتا ہے اور اسلام کو نافذ کرتا ہے۔ اس کے بغیر امت منقسم اور کمزور رہے گی۔ اور اس کے قیام کے لیے کام کرنا محض کوئی خواب یا دور کی امید نہیں ہے، بلکہ یہ ایک شرعی فریضہ ہے جسے حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو متحد ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «**إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ**» **"امام ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے سے جنگ کی جاتی ہے اور جس کے ذریعے تحفظ حاصل کیا جاتا ہے۔"**

اے امت کی افواج میں موجود مسلمانو!

تم اللہ کے حضور اپنے دین اور اپنی امت کی مدد کرنے کے ذمہ دار ہو۔ کیا تم اللہ کے دین کے مددگار بننا پسند نہیں کرتے، جیسا کہ مدینہ کے انصار تھے؟ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے نام اللہ کے ہاں اس امت کے فاتحین اور نجات دہندہ کے طور پر لکھے جائیں؟! غدار حکمرانوں کو ہٹاؤ، اور اپنی نصرۃ (فوجی مدد) حزب التحریر کو دو تاکہ نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ قائم ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «**تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ**

أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ» "تمہارے درمیان نبوت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ رہے، پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا، پھر نبوت کے طریقے کے مطابق خلافت قائم ہو گی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے قائم رکھے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی (موروثی) بادشاہت ہو گی، اور وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ رہے، پھر جب اللہ چاہے گا تو اسے اٹھا لے گا۔ پھر جابرانہ (ظالمانہ) بادشاہت ہو گی، اور وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ رہے، پھر جب اللہ چاہے گا تو اسے اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی۔" یہ فرمانے کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاموش ہو گئے۔

اسد حکومت کے خاتمے کا ایک سال: چند اہم فکری پہلو

تحریر: استاد ناصر شیخ عبدالحی

جشنِ آزادی نے فخر، مسرت اور شادمانی کے ان جذبات کو از سرِ نو جلا بخشی ہے جو ایک جابر ظالم اور عصرِ حاضر کے بت کے سقوط پر پیدا ہوئے تھے۔ تاہم، اس سنگِ میل پر درج ذیل نکات کو پیشِ نظر رکھنا سودمند ہوگا، جو ان شاء اللہ مثبت تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

پہلا نکتہ: اسد حکومت کا خاتمہ اور مجرم بشار الاسد کا فرار کوئی ناگہانی واقعہ نہیں تھا۔ بلکہ اس کی راہ چودہ سالہ عظیم قربانیوں اور اس مسلسل شعور نے ہموار کی جو غیر متزلزل ایقان، صبر، لگن اور جدوجہد کا ثمر تھا۔ اس کے پہلو بہ پہلو ایک ایسی مستحکم عوامی رائے عامہ تشکیل پائی جس نے محاذوں کو گرم کرنے، حکومت کا تختہ الٹنے اور عوام کو اس کے شر سے نجات دلانے کا مطالبہ کیا؛ اسی دباؤ نے نظام کی بنیادوں کا کھوکھلا پن آشکار کیا اور اس کے انہدام کی راہ ہموار کی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ فتح محض اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت تھی، جس نے اسباب کو ترتیب دیا اور اسد خاندان کے پانچ سیاہ عشروں پر محیط استبداد کے خاتمے کی سبیل پیدا فرمائی۔

دوسرا نکتہ: جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بشار کے زوال سے سرفراز فرمایا، بعض سازشی ممالک نے کمال عیاری و نفاق سے اس کی رخصتی کا سہرا اپنے سر باندھنے میں عجلت دکھائی۔ ان میں ترکی کی حکومت بھی پیش پیش ہے جو کل تک بشار کے ساتھ مفاہمت اور تعلقات کی استواری کی وکالت کر رہی تھی اور عرب لیگ میں اس کی بازیافت سمیت علاقائی فورمز پر اس کی دوبارہ شمولیت کی متمنی تھی۔

تیسرا نکتہ: دورِ حاضر کا امریکہ، جو آج شام کا ہمنوا بننے کا دعویدار ہے، در حقیقت وہی ماضی کا امریکہ ہے جس نے بشار الاسد کی پشت پناہی کی اور اسے سقوط سے بچانے کے لیے ہر ممکنہ حربہ اختیار کیا۔ یہ وہی امریکہ ہے جس نے روس، ایران، ان کی آلہ کار ملیشیاؤں اور لبنانی حزب اللہ کو "ناپاک مہم" سر کرنے کی کھلی چھوٹ دی تاکہ انقلاب کو کچل کر اسد کو تحفظ دیا جا سکے۔ مزید برآں، یہ وہی امریکہ ہے جو 'سیرین ڈیموکریٹک فورسز' (SDF) اور اس کی ذیلی ملیشیاؤں کی سرپرستی کر رہا ہے تاکہ موجودہ نظمِ حکومت پر اپنا مخصوص حل اور وژن مسلط کر سکے۔ SDF کی یہ حمایت محض اس لیے

ہے کہ وہ اسے اپنے مفادات کے لیے ایک کارگر مہرے کے طور پر دیکھتا ہے، نہ کہ شامی عوام کی فلاح کے لیے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَّا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلاَ الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ **"اہلِ کتاب کے کافر اور مشرکین ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی خیر نازل ہو"** (سورۃ البقرہ: 105)۔ اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے: "میں تمہاری پارکھ نظروں کے لیے اس دھوکے سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم کسی ورم (سوجن) کو چربی (صحت مندی) گمان کر لو، حالانکہ وہ ایک مہلک بیماری ہو"۔

یہ تذکرہ ناگزیر ہے کہ امریکہ نے آزادی کے بعد کی صورتحال پر گرفت مضبوط کرنے میں پھرتی دکھائی تاکہ معاملات اس کے قابو اور اس کے سٹریٹیجک فریم ورک سے باہر نہ نکل پائیں۔ شام کے حوالے سے امریکہ کی تمام چالیں، بیانات اور سیاسی، معاشی و فوجی اقدامات اسی مخصوص دائرہ کار کے پابند تھے۔

چوتھا نکتہ: اس بنیادی سیاسی حقیقت کو تسلیم کرنا لازم ہے کہ امریکی پابندیوں کا خاتمہ چند مخصوص شرائط اور مراعات سے مشروط ہے، اور موجودہ انتظامیہ ان نتائج سے مبرا نہیں ہوگی۔ اب یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ پابندیوں کا خاتمہ ریاست میں لادینیت (سیکولرزم) کے استحکام، سابقہ نظام کے بدنامِ زمانہ مجرموں کو معافی دینے، بلکہ بعض کو اقتدار کے ایوانوں میں جگہ دینے، اور یہودی وجود کے ساتھ تعلقات کی بحالی کی راہ ہموار کرنے سے جڑا ہوا ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ (یہودی وجود) کھلم کھلا تحقیر و اہانت کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ درحقیقت، مجرموں کو سزا سے بچانا مزید مظالم کی ترغیب دینے کے مترادف ہے۔ مزید برآں، اس کا مقصد انقلاب اور جہاد کے اس ولولے کو ختم کرنا ہے جو اہل ایمان کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہے، اور شریعتِ اسلامی کے نفاذ کی ہر سنجیدہ کوشش کا تدارک کرنا ہے۔ "اقلیتوں" کا واویلا اور اس کی آڑ میں پیش کردہ توجیہات محض امریکی وژن اور اس کے مذموم ایجنڈے کو نافذ کرنے کے اوزار ہیں، جن کے لیے چند غدار اور زر خرید کرداروں کی خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں، خواہ وہ سابقہ حکومت کے کارندے ہوں یا مغرب کے وفادار دیگر عناصر۔ یہ یاد رہے کہ امریکی 'قیصر ایکٹ' (Caesar Act) کا اصل ہدف عوام تھے، حکومت نہیں۔ وگرنہ حکومت کے زوال کے بعد ان پابندیوں کو فی الفور کیوں نہیں اٹھایا گیا، سوائے اس کے کہ ان کے پیچھے خفیہ اور اعلانیہ خطرناک شرائط کا ایک تسلسل موجود ہے؟

پانچواں نکتہ: جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ امریکہ کی حمایت پائیدار ہے، وہ سخت مغالطے میں ہے۔ امریکہ اپنے مہروں کو استعمال کر کے بے توقیر کرنے کے لیے شہرت رکھتا ہے، تاکہ جیسے ہی ان کی افادیت ختم ہو یا بہتر متبادل میسر آئے،

انہیں دوسروں سے بدل دے۔

چھٹا نکتہ: اقوامِ متحدہ اور اس کی سلامتی کونسل درحقیقت سازشوں کے مراکز ہیں؛ یہ مظلوموں کے مسائل کے حل یا مصائب کے خاتمے کا ذریعہ ہرگز نہیں بن سکتے۔ ہم سب اقوامِ متحدہ کی قرارداد 2254 کے زہریلے اثرات سے واقف ہیں، جس کا مقصد ہمیں تذلیل کے ساتھ مفرور اسد کے سائے تلے واپس دھکیلنا تھا۔

ساتواں نکتہ: عالمی بینک (World Bank) اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) کوئی فلاحی ادارے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ وہ استحصالی سودی نظام ہیں جن کا مقصد قوموں کو معاشی طور پر مفلوج کر کے انہیں امریکی قیادت میں سرمایہ دار مغرب کا دستِ نگر بنانا ہے۔ چنانچہ ان سے قرض لینا اس خوش فہمی میں کہ یہ گرانٹ ہے، سراسر نادانی ہے؛ خصوصاً جب حکام کے بیانات خود ان کڑی شرائط کا پتا دے رہے ہوں جو ان رقوم کے بدلے مانگی گئی ہیں۔ یہ وہ رقم ہے جو خوشنما نعروں کی آڑ میں ہلاکت خیز زہر چھپائے ہوئے ہے!

آٹھواں نکتہ: ہمیں کمزور ظاہر کرنے اور مایوسی و محکومی کا شکار کرنے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں تاکہ بین الاقوامی نظام کی کاسہ لیسی اور اس کے سامنے ہر زیادتی کو "سیکورٹی اور تعمیرِ نو" کے نام پر جائز قرار دیا جا سکے۔ لیکن ہم اپنے دین کی بدولت توانا اور اپنے رب، اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) کی تائید سے معزز ہیں۔ ہماری سرزمین عقیدے کے ان شہسواروں سے معمور ہے جنہوں نے عالمی قوتوں کی پشت پناہی کے باوجود سفاک اسد حکومت کو دھول چٹا دی۔ یہ ایمانی قوت ہی تھی جس نے شام کے فرزندانِ اسلام کو ثابت قدم رکھا۔ یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ قوت کے تمام عناصر موجود ہیں، بس ایک پختہ سیاسی عزم اور ایسے فیصلے کی ضرورت ہے جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرے

نواں نکتہ: ہمارے انقلاب کی اصل پہچان اور امت کا واحد مطالبہ 'اسلام' ہے۔ قوم پرستی، سیکولرزم اور مغربی جمہوریت کے نعروں کی جانب شرمناک جھکاؤ اس حقیقت کو مسخ نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ نظریات دین کو ریاست اور عملی زندگی سے جدا کرنے کی ناکام کوششیں ہیں۔

دسواں نکتہ: انقلاب کا اصل محور اس سرزمین کا حقیقی جوہر اور اس کے باسی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو پامردی سے ڈٹے رہے اور اپنی صداقت ثابت کی۔ ان سپوتوں کی شجاعت ہمیں فاتحینِ اسلام کی داستانوں کی یاد دلاتی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم کے بعد یہی ہمارا حقیقی سہارا ہیں۔ لہٰذا ان سے روگردانی کر کے بین الاقوامی سرپرستی اور سازشی ممالک کے سراب پر

تکیہ کرنا کسی طور جائز نہیں ہے۔

گیارہواں نکتہ: یہودی وجود کی سرکشی اور مظالم کو خوشامد، چاپلوسی یا اقوامِ متحدہ سے بے سود فریادوں کے ذریعے نہیں روکا جاسکتا، جو خود ہماری رسوائی میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ غاصب وجود، جس نے ہماری زمین ہتھیالی، ہمارے لوگوں کا خون بہایا اور ہمارے مقدسات کی توہین کی، صرف طاقت کی زبان اور اس قرآنی حل کو سمجھتا ہے جس کا وعدہ سورۃ الاسراء میں درج ہے، ایک ایسا وعدہ جو بہر حال پورا ہو کر رہے گا۔

بارہواں نکتہ: انقلاب کے ثمرات اور تمام تر عالمی رکاوٹوں کے باوجود اسد حکومت کے سقوط کی گونج عالمِ اسلام کے گوشے گوشے میں سنائی دے رہی ہے۔ امتِ مسلمہ بے چین ہے اور اس تبدیلی کے زلزلے کی منتظر ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مؤمنین کے دلوں کو تسکین عطا فرمائے گا اور زمین پر اپنی شریعت کو ایک ایسی ریاست کے ذریعے قائم فرمائے گا جو منتشر مسلمانوں کو متحد کر کے انہیں ایک ہی امام کے پرچم تلے جمع کر دے گی۔

آزادی کا یہ جشن اپنی تمام تر رعنائیوں، نعروں اور پیغامات کے ساتھ اس امت کی زندگی، عزم اور بیدار ہوتے ہوئے شعور کی نوید ہے۔ یہ شعور اب ایک سیلِ رواں بن رہا ہے اور ان شاء اللہ یہ بارش سے پہلے گھرنے والے بادلوں کی مانند ہے۔ یہ وہ نبض ہے جسے دبایا یا مسخ نہیں کیا جاسکتا؛ یہ وہ آواز ہے جس کے بلند ہونے اور وہ حقیقت ہے جس کے ظہور کا وقت آپہنچا ہے، کیونکہ حقیقت کا سورج کبھی چھلنی سے نہیں چھپایا جاسکتا۔

آخر میں، زمین پر اللہ کی سنت آزمائش اور پاکیزہ کو ناپاک سے جدا کرنا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: **﴿عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ "بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں خلافت (اقتدار) عطا فرمائے، پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"** (سورۃ الاعراف: 129)۔ لہٰذا آزادی کی اس عظیم نعمت کا عملی شکر صرف شریعتِ محمدی ﷺ کے نفاذ اور دینِ حق کے قیام میں مضمر ہے؛ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم (اللہ کی پناہ) اس عورت کی مانند ہو جائیں جس نے بڑی محنت سے سوت کاتنے کے بعد اسے خود ہی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا!

ولایہ شام میں حزب التحریر میڈیا آفس کے رکن

ڈیٹن اتھارٹی کی جانب سے حزب التحریر کے خلاف جارحیت کا تسلسل

سرزمینِ فلسطین میں حزب التحریر کے میڈیا آفس سے جاری کردہ پریس ریلیز کے مطابق، یہودیوں کی آلہ کار فلسطینی اتھارٹی (PA) نے منگل، 9 دسمبر 2025 کو بیت لحم یونیورسٹی سے نکلتے وقت طالب علم سیف ابو الہویٰ کو گرفتار کر لیا۔ اس کارروائی میں پہلے غدار کارندوں اور پھر فلسطینی اتھارٹی کی سیکورٹی فورسز کو بروئے کار لایا گیا، جو کہ فلسطینی عوام کے خلاف اتھارٹی کی غنڈہ گردی اور ہراساں کرنے کے ہتھکنڈوں کا واضح ثبوت ہے۔ انہیں نہ تو دین کی کوئی پرواہ ہے، نہ قانون کا پاس، اور نہ ہی اس جامعہ کے تقدس کا لحاظ جہاں سے سیف نکلا تھا۔ اسے جمعرات کو عدالت میں پیش کیا گیا جہاں جج نے، کسی بھی جرم کی عدم موجودگی کے باوجود، اس کی حراست میں پندرہ دن کی توسیع کر دی۔ اس کا واحد قصور ایک شرعی حکم کی وضاحت کرنا تھا کہ مسلمانوں کے لیے کرسمس کی تقریبات میں شرکت کرنا جائز نہیں!

پریس ریلیز میں استفسار کیا گیا: آخر اس نوجوان نے کون سا ایسا سنگین جرم کیا ہے جس پر فلسطینی اتھارٹی نے اتنا شور برپا کر رکھا ہے؟ کیا سیف نے فلسطین کا سودا کیا جیسا کہ پی ایل او (PLO) نے کیا؟ کیا سیف نے یہودیوں کے ساتھ سیکیورٹی کوآرڈینیشن کی اور ان کی خاطر فلسطینی عوام کا خون بہایا جیسا کہ فلسطینی اتھارٹی کی سیکورٹی فورسز نے کیا؟ کیا سیف نے یہودیوں کو زمینیں فروخت کیں جیسا کہ فلسطینی اتھارٹی کے بدعنوان اہلکاروں نے کیا؟ کیا سیف نے شہداء اور اسیروں کے خاندانوں کے وظائف روک دیے یا مزاحمت کاروں کی تذلیل کی جیسا کہ فلسطینی اتھارٹی کے سربراہ نے کیا؟ کیا سیف نے خواتین کی تنظیموں کو ہمارے دین اور اقدار پر یلغار کرنے اور اسلامی احکامات پر تنقید کی راہ ہموار کی؟ کیا سیف نے مغرب و مشرق کی خوشنودی کی خاطر عبوری آئین کی تیاری میں فیمنسٹ خواتین کو شامل کیا؟ آخر گرفتار کسے ہونا چاہیے اور انصاف کے کٹہرے میں کسے لایا جانا چاہیے؟

پریس ریلیز میں مزید کہا گیا: کاش فلسطینی اتھارٹی اور اس کے سیکورٹی اداروں نے اس وقت ایسی ہی غیرت و حمیت دکھائی ہوتی جب یہودی شب و روز مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی کر رہے تھے۔ ایسی بے حرمتی جس پر فلسطینی اتھارٹی نے یہودیوں کے ساتھ اپنا تعاون (کوارڈینیشن) تک منقطع نہیں کیا۔ کاش فلسطینی اتھارٹی نے اس وقت ایسی تڑپ دکھائی

ہوتی جب مسجدِ ابراہیمی کو سیناگوگ (یہودی عبادت گاہ) میں تبدیل کیا جارہا تھا۔ کاش فلسطینی اتھارٹی نے اس وقت ایسی جرات دکھائی ہوتی جب غزہ کے مکینوں پر شب و روز یہودی مظالم ڈھائے جارہے تھے۔ کاش فلسطینی اتھارٹی نے اس وقت رد عمل دیا ہوتا جب مغربی کنارے کے پناہ گزین کیمپوں کو تہس نہس کیا جارہا تھا اور لوگوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کیا جارہا تھا۔ کاش یہ فورسز اس وقت متحرک ہوتیں جب آباد کار دیہاتوں اور شہروں پر یلغار کر رہے تھے: لوگوں کو شہید کر رہے تھے، درختوں کو جڑ سے اکھاڑ رہے تھے، مویشیوں کو ذبح کر رہے تھے اور زمینوں کو نذرِ آتش کر رہے تھے۔ ان تمام لرزہ خیز واقعات پر ایسی خاموشی طاری رہی جیسے قبرستان کا سناٹا ہو، سوائے ان بے اثر مذمتوں یا مزاحمت کی پکاروں کے جن سے یہ فلسطینی اتھارٹی خود مکمل غافل ہے۔ آپ فلسطین کے عوام اور اس کے نوجوانوں کے لیے تو "شیر" بنے ہوئے ہیں کہ ان پر ناحق حملے کرتے ہیں، لیکن فلسطین کے عوام، اس کی خواتین اور بچوں کی حفاظت کے معاملے میں آپ کیسے "بھیڑ" میں بدل جاتے ہیں؟!

پریس ریلیز میں اس بات پر زور دیا گیا کہ اگرچہ جامعہ بیت لحم کے سامنے سے سیف کا اغوا ایک ایسا جرم ہے جس کی براہِ راست ذمہ دار فلسطینی اتھارٹی اور اس کے کارندے ہیں، لیکن جامعہ بھی اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا ایک طالب علم اس کی دہلیز سے اغوا کیا گیا ہے۔ جامعہ کا فرض ہے کہ وہ اس کا دفاع کرے اور اس اتھارٹی کے سامنے سینہ سپر ہو جو فلسطینی عوام اور جامعات کے حقوق پر ڈاکہ ڈال رہی ہے۔ جامعہ کی خاموشی ناقابلِ قبول ہے کیونکہ یہ طلباء کے خلاف جارحیت کے حوصلوں کو مہمیز دیتی ہے۔

پریس ریلیز کے اختتام پر کہا گیا: وہ اتھارٹی جس کے پاس اب یہودیوں کو پیش کرنے کے لیے کچھ نہیں بچا، جو اس کی عزت کو پامال کر رہے ہیں، اور جو ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق اور مغرب و یہودیت کی غلامی میں گردن تک دھنسی ہوئی ہے، اس کے لیے، اس کی سیکورٹی فورسز اور اس کے حواریوں کے لیے بہتری اسی میں ہے کہ وہ فلسطین کے عوام اور داعیانِ حق سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں۔ کیونکہ جن کا تعلق اللہ کی مضبوط رسی سے ہے، وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے جن کے رشتے کافروں کی خوشنودی سے بندھے ہوئے ہیں اور جو عنقریب ٹوٹنے والے ہیں۔ اس دنیا میں امت ان کا سخت محاسبہ کرے گی اور پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹائے جائیں گے جہاں وہ دردناک عذاب کا سامنا کریں گے۔

سوڈانی سیکورٹی فورسز کے ہاتھوں حزب التحریر کے پانچ ارکان کی گرفتاری

سوڈانی سیکورٹی فورسز نے الشواک شہر میں حزب التحریر کے پانچ ارکان کو حراست میں لے لیا: عثمان الامین کنڈہ، حسن الامین کنڈہ، محمد ثمین آدم، احمد بابکر اور الامین عبداللہ۔ یہ گرفتاریاں الشواک کی قدیم مسجد کے سامنے حزب التحریر / ولایہ سوڈان کے زیرِ اہتمام منعقدہ ایک احتجاجی مظاہرے کے بعد عمل میں آئیں۔ حزب التحریر کے رکن شیخ عثمان الامین کنڈہ نے شرکاء سے خطاب کیا، جن میں علاقے کی معزز شخصیات اور عام شہری شامل تھے۔ اپنی تقریر میں انہوں نے دارفور کو علیحدہ کر کے سوڈان کو تقسیم کرنے کے امریکی منصوبے کے خطرناک اثرات کو اجاگر کیا اور اس بات پر زور دیا کہ امت اور ریاست کی وحدت، بقا کا مسئلہ ہے جو شرعی طور پر فرض ہے۔ کئی اہم شخصیات نے بھی اظہارِ خیال کیا اور تقسیم کے اس مذموم منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے حزب کی حمایت کا اعادہ کیا۔

حزب التحریر / ولایہ سوڈان کے سرکاری ترجمان استاد ابراہیم عثمان (ابو خلیل) نے کہا: "سیکورٹی اداروں کا یہ رویہ اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ حکومت ڈارفور کو الگ کر کے سوڈان کو تقسیم کرنے کے امریکی ایجنڈے پر کاربند ہے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے جنوبی سوڈان کو علیحدہ کیا تھا۔ وگرنہ ملک کی وحدت کی حفاظت اور اسے پارہ پارہ ہونے سے بچانے کی پکار بلند کرنے والوں کو گرفتار کرنے کا کیا جواز ہے؟" انہوں نے مزید کہا: "ہم حزب التحریر / ولایہ سوڈان کی جانب سے حکام اور ان کے سیکورٹی اداروں کو مطلع کرتے ہیں کہ گرفتاریاں اور قدغنیں ہمیں کلمہِ حق کی ادائیگی اور اس پر عمل پیرا ہونے سے نہیں روک سکتیں، چاہے اس کی قیمت ہماری جان اور لہو ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ہم ان سے کہتے ہیں: امت کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، دعوتِ حق کی راہ میں رکاوٹ بننے کے حوالے سے اللہ کا خوف کرو، اور جان لو کہ تم اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔"

دعوتِ دین کے علمبردار؛ صدر سیسی کی گرفت اور شریعت کے تقاضوں کے درمیان

تحریر: استاد سعید فضل

(ترجمہ)

مصر میں حال ہی میں ملٹری اکیڈمی کے تحت دو سالہ تربیتی پروگرام کا آغاز کیا گیا ہے، جس کا مقصد وزارتِ اوقاف کے ان مبلغین اور داعیانِ دین کی تربیت کرنا ہے جو ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی) کی ڈگری کے حامل ہیں۔ میڈیا میں اس اقدام کو "مذہبی بیانیے کی تجدید" اور "روشن خیالی" کے فروغ کی جانب ایک سنگِ میل کے طور پر پیش کیا گیا۔ ان مبلغین سے ملاقات کے دوران مصری صدر نے ایسے بیانات دیے جن میں اس امر پر زور دیا گیا کہ مبلغین "نہ صرف دین کے محافظ ہیں، بلکہ آزادی کے بھی نگہبان ہیں،" اور یہ کہ افراد کو "عقیدے کے انتخاب کی آزادی" حاصل ہے۔

یہ بیانات محض سرسری نہیں ہیں بلکہ گہرے سیاسی و فکری مضمرات کے حامل ہیں۔ یہ اس واضح ڈگر کے عین مطابق ہیں جو ریاست نے برسوں سے مذہبی معاملات میں اختیار کر رکھی ہے، یعنی مذہبی بیانیے کو مٹھی میں کرنا اور عوامی شعور کو اپنے وژن اور نام نہاد "مذہبی آزادیوں" کے مغربی معیارات کے قالب میں ڈھالنا۔ واضح رہے کہ یہ مغربی معیارات، مغرب کے ساتھ تعلقات میں کلیدی سیاسی اور سفارتی شرائط میں سے ایک تصور کیے جاتے ہیں۔

ملٹری اکیڈمی ہی کیوں؟

مبلغین کے لیے کسی جامعہ یا دینی ادارے کے بجائے ایک عسکری ادارے میں دو سالہ تربیتی کورس کی شرط ایک واضح پیغام دیتی ہے: ریاست اب مبلغین کو احکامِ شریعت کے پیامبر علماء کے طور پر نہیں دیکھتی، بلکہ انہیں ایسے ملازمین کے طور پر دیکھتی ہے جن کی وفاداری اور بیانیے کو حکومتی حکمتِ عملی کی خدمت کے لیے نئے سانچے میں ڈھالا جا رہا ہے۔ یہ مندرجہ ذیل پہلوؤں سے عیاں ہے:

1. **مذہبی بیانیے کی عسکری تشکیل:** مبلغین کو ایک تادیبی فوجی نظام کا جُز بنا کر ان کی شخصیت کو اطاعت اور تسلیم و رضا کی بنیاد

پر از سرِ نو ترتیب دینا، تاکہ ان کے اصل دعوتی کردار کو ختم کر کے انہیں سماجی کنٹرول کے آلے میں تبدیل کیا جاسکے؛ یوں ایسے مبلغین تیار کیے جا رہے ہیں جو نصوصِ شریعت کے بجائے ریاستی پالیسیوں کے تابع ہوں۔

2. **شرعی مرجعیت کے بجائے آمرانہ مرجعیت کا قیام:** غیر شرعی اداروں کے زیرِ نگرانی دو سالہ تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ اب مبلغ کے لیے معتبر حوالہ شریعت نہیں بلکہ حکمران نظام ہو؛ یہ سب اس اقتدار کے فلسفے کے عین مطابق ہے جو دین کو محض ایک ثقافتی جزو کے طور پر دیکھتا ہے جسے سدھایا جانا ضروری ہے، نہ کہ ایک ایسا جامع الٰہی نظام جو حاکم اور محکوم دونوں پر یکساں نافذ ہوتا ہو۔

3. **ایک نئے مذہبی شعور کی انجینئرنگ:** ان نصابوں کو "ڈاکٹریٹ کی سطح کے جدید کورسز" کا عنوان دے کر حکومت اس منصوبے کو علمی لبادہ پہنانے کی کوشاں ہے۔ حالانکہ اس کا اصل مقصود مبلغین کی ایسی کھیپ تیار کرنا ہے جو ایک بے اثر اور بے ضرر مذہبی بیانیہ عام کرے؛ یہ بیانیہ ایسے تصورات پیش کرتا ہے جو سیکولرزم کے ہم آہنگ ہوں، موجودہ حالات اور ریاستی پالیسیوں کے لیے شرعی جواز فراہم کریں، اور سیاسی اطاعت کو دین کا رنگ دے کر پیش کریں۔ اس طرح مبلغ کا منصب حق کی تبلیغ کے بجائے سرکاری موقف کی پاسبانی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

کیا عقیدے کی آزادی اسلام کا جزو ہے؟

اپنے خطاب میں صدر نے اس بات پر اصرار کیا کہ انسان کو "عقیدے کے انتخاب کی آزادی" حاصل ہے اور مبلغین کو اس تصور کو ایک برتر انسانی قدر کے طور پر فروغ دینا چاہیے؛ تاہم، شرعی نقطہ نظر سے دو حقائق کے مابین امتیاز ناگزیر ہے:

1. **ایمان و کفر کے مابین انتخاب کا آزادانہ ارادہ:** اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ**﴾ "**دین میں کوئی زبردستی نہیں**"[سورۃ البقرہ:256]، اور ﴿**فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ**﴾ "**تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے**"[سورۃ الکہف: 29]۔ یہ قرآنی آیات انتخاب کے ابتدائی آزاد ارادے سے متعلق ہیں، نہ کہ کفر کے انتخاب کے شرعی جواز کے بارے میں؛ انسان کفر اختیار کرنے کی قدرت تو رکھتا ہے، لیکن شریعت میں اسے ایسا کرنے کی اجازت (شرعی حق) نہیں ہے۔ کفر پر قائم رہنا اللہ کی نافرمانی اور گناہ ہے، اور کفر کا انتخاب کرنا بھی معصیت ہے، اگرچہ کسی غیر مسلم کو قبولِ اسلام پر مجبور کرنا ممنوع ہے۔

2. **اسلامی شریعت کا نظامِ حکمرانی جو مسلم معاشرے پر لاگو ہوتا ہے:** اسلام نے وہ واضح شرعی احکام وضع کیے ہیں جو امت کے عقیدے پر حملوں کی بیخ کنی کرتے ہیں، اسلامی معاشرے میں کفر کی تشہیر کو ممنوع قرار دیتے ہیں، اور ارتداد یا عقیدے کے لیے ضرر رساں افکار کی اشاعت کی ممانعت کرتے ہیں۔ دین کی حفاظت ایک بنیادی فریضہ ہے؛ اگرچہ افراد فی الواقع انتخاب کی قدرت رکھتے ہیں، لیکن نظامِ حکومت کے معاملات میں انہیں انتخاب کا شرعی حق حاصل نہیں ہے۔ وہ بیانیہ جو عقیدے کی آزادی کو ایک مطلق قدر کے طور پر پیش کرتا ہے، فطری طور پر سیکولر ہے اور اسلام اور پیغامِ حق کے علمبردار کے منصب کے منافی ہے؛ داعی کا فریضہ حق پہنچانا، وضاحت کرنا اور باطل کی تردید کرنا ہے، نہ کہ اس خیال کی تشہیر کرنا کہ ایمان محض ایک ذاتی انتخاب ہے جس پر سمجھوتہ کیا جا سکتا ہے۔ یوں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ موجودہ نظام نصوصِ شریعت کی ایسی تعبیر کی تگ و دو کر رہا ہے جو مغربی معیارات کے مطابق ہو، نہ کہ اسلامی احکام کے۔

صدر سیسی مغرب کی خوشنودی کے لیے عقیدے کی آزادی پر کیوں متوجہ ہیں؟

گزشتہ دہائی کے دوران، مذہبی بیانیے کی اصلاح ان اہم موضوعات میں شامل ہو چکی ہے جنہیں عرب حکمران مغرب کے روبرو پیش کرتے ہیں، جس کا مقصد یہ ہے:

1. **بین الاقوامی مشروعیت کا حصول:** مغرب، سیاسی اور معاشی تعاون کو مذہبی آزادیوں، مذہبی بیانیے پر ریاست کے غلبے، اور نام نہاد "فکری انتہا پسندی" کے خلاف جنگ سے مشروط کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ لہٰذا، یہ حکومت خود کو مغرب کے سامنے مذہبی اداروں کو زیر کرنے میں سب سے زیادہ جرات مند، اسلام کو مغربی اقدار کے قالب میں ڈھالنے کی اہل، اور "اسلامی خطرے" کے خلاف ایک ثقافتی حصار کے طور پر پیش کرتی ہے۔

2. **یہ پیغام دینا کہ "ہم ایک محفوظ متبادل ہیں":** جب سیسی کہتا ہے کہ مبلغین "صرف دین کے نہیں بلکہ آزادی کے بھی نگہبان ہیں،" تو وہ مقامی عوام کے بجائے دراصل مغرب کو مخاطب کر رہا ہوتا ہے؛ وہ انہیں باور کرا رہا ہوتا ہے کہ "ہم ایک ایسا نیا، غیر متصادم، نظم و ضبط کا پابند اور غیر سیاسی اسلام پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو آپ کے مطلوبہ استحکام کا ضامن ہو"۔

3. **دین کو داخلی و خارجی دباؤ کے حربے کے طور پر استعمال کرنا:** داخلی طور پر، مذہبی بیانیے پر وزارتِ اوقاف اور الازہر کی اجارہ داری قائم کی گئی ہے تاکہ ریاست کے لیے ناگوار کوئی آواز بلند نہ ہو سکے۔ خارجی طور پر، اسی بیانیے کو ان امور پر "پیش رفت" دکھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جنہیں مغرب حساس گردانتا ہے، تاکہ سیاسی اور مالی حمایت حاصل کی

جا سکے۔

دین کو اقتدار کی لونڈی بنانے کی کوششوں کا درست تناظر کیا ہے؟

اسلام کے شرعی احکام میں تحریف، انحراف کی بدترین صورتوں میں سے ایک ہے۔ ریاست کو نصوصِ شریعت کا فیصلہ ساز بنانا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حقِ قانون سازی میں مداخلت ہے، اور ائمہ کو حکمرانوں کی خوشنودی پر مامور کرنا پیغامِ حق کی تبلیغ اور امر بالمعروف کے شرعی فریضے سے روگردانی ہے۔

اسلام کے داعی کا منصب حق گوئی ہے، خواہ وہ حکمران کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو؛ اس کا کام ناانصافی کا سدِباب کرنا ہے نہ کہ اس کا جواز تراشنا؛ عقیدے کی حفاظت کرنا ہے نہ کہ اسے مغربی وژن کے مطابق تبدیل کرنا؛ اور اسلام کو اس کی اصل صورت میں پھیلانا ہے، نہ کہ اس صورت میں جو حکمران یا مغرب کی منشا ہو۔ جو داعی یا امام ایسے سخت سیاسی حصار میں تیار کیا جائے جو اس پر پہلے سے طے شدہ تصورات مسلط کرے، وہ اپنی سب سے قیمتی صفت یعنی "شرعی پر مبنی خود مختاری" سے محروم ہو جاتا ہے۔

ملٹری اکیڈمی کا تربیتی پروگرام اور "عقیدے کے انتخاب کی آزادی" جیسے بیانات محض علمی کاوشیں یا اصلاحی اقدامات نہیں ہیں؛ بلکہ یہ مصر میں مذہبی شعور کی از سرِ نو تشکیل کے اس جامع منصوبے کا حصہ ہیں جس کا مقصد اسے ایک نپے تلے سیکولر بیانیے میں بدلنا ہے، تاکہ اسے داخلی سطح پر معاشرتی کنٹرول اور خارجی سطح پر مغربی طاقتوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے بروئے کار لایا جا سکے۔ یہ راستہ واضح طور پر اسلام کے شرعی احکام اور "خطابِ شرع" کی اس فطرت سے متصادم ہے جو اقتدار کے ساتھ سمجھوتے یا ایسے سیاسی نظام میں ضم ہونے کو مسترد کرتا ہے جو احکامِ الٰہی کے مطابق حکومت نہ کرے۔ لہٰذا اسلامی امت کے لیے یہ ادراک ضروری ہے کہ دین بیرکوں میں محفوظ نہیں رہتا، مبلغین سیاسی احکامات سے تیار نہیں ہوتے، اور اسلام کوئی ایسی لچکدار شے نہیں جسے مصلحت کی بنیاد پر جب چاہیں موڑ لیں؛ بلکہ اسلام وہ وحی ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، وہ شریعت ہے جسے نافذ کیا جاتا ہے، اور وہ امت ہے جس کی رہنمائی اس پر ثابت قدمی کے لیے کی جاتی ہے، نہ کہ اسے عطیہ دہندگان کی شرائط اور مغرب کی خوشنودی کے مطابق ڈھالنے کے لیے!

اے سرزمینِ کنانہ کے علماء! آپ سے یہ پیمان لیا گیا ہے کہ آپ حق کو آشکار کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں؛ آپ حق کی پکار بنیں گے، نہ کہ جواز تراشنے کا ذریعہ۔ اقتدار کا جبر، ظلم کا خوف یا جاہ و منصب کی تمنّا آپ کو دین کے شرعی احکام مسخ کرنے یا باطل کو حق کا لبادہ پہنانے پر مجبور نہ کرے؛ آپ کی خاموشی امت کی تباہی کا پیش خیمہ ہے، جبکہ آپ

کی آواز اس کی نصرت کا پہلا دروازہ ہے۔ تاریخ کے ان مخلص علماء کے نقشِ قدم پر چلیں جو حکمران کے بجائے اللہ کے حضور سر بسجود ہوئے اور ملامت کرنے والوں کی پرواکیے بغیر کلمہ حق بلند کیا؛ وہی عقیدے کو تحریف سے بچاتے ہیں اور امت کی رہنمائی عظمت کی طرف کرتے ہیں، نہ کہ محکومی کی طرف۔

اے مصر کے غیور لوگو! اپنے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھو، حق پر ثابت قدم رہو، اور کسی کو یہ اجازت نہ دو کہ وہ آپ کے اذہان پر قابض ہو، آپ کے دین کو اس کی روح سے محروم کرے، یا اسے محض کھوکھلے نعروں تک محدود کر دے۔

ولایہ مصر میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن

چین اور امریکہ کے درمیان ہتھیاروں کی دوڑ

تحریر: استاد حسن حمدان

(ترجمہ)

اصطلاح "ہتھیاروں کی دوڑ" (Arms Race) سرد جنگ کے عہد میں مشرقی اور مغربی بلاک کے مابین بہت عام ہوئی۔ اس کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے: "دو ممالک یا ریاستوں کے گروہ کے درمیان مخاصمت اور مقابلے کا ایسا تعلق، جس کا نصب العین اسلحے کی مقدار اور معیار میں مسلسل اضافہ کرنا ہو"۔ چین اسلحے کی اس نئی دوڑ میں الجھنے کے خطرات سے بخوبی واقف تھا، اسی لیے اس نے اس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ چینی وزارتِ دفاع کے ترجمان، سینئر کرنل گینگ یان شینگ نے صراحت کی کہ چین کے دفاعی اخراجات معقول اور متوازن ہیں۔ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ ان کا ملک نہ تو عالمی بالادستی کا خواہاں ہے اور نہ ہی اس کا کبھی کسی بین الاقوامی مسابقتِ اسلحہ کا حصہ بننے کا کوئی ارادہ ہے۔

چین نے اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ وہ جوہری ہتھیاروں کی دوڑ میں شامل نہیں ہو گا اور ایشیا میں امریکی جارحانہ میزائلوں کی تنصیب کا مخالف ہے۔ بیجنگ کی جانب سے جوہری پالیسی پر جاری کردہ حالیہ وائٹ پیپر، جس کا عنوان "نئے دور میں چین کا اسلحہ کنٹرول، تخفیفِ اسلحہ اور عدم پھیلاؤ" ہے، دراصل 2005 کے سابقہ ورژن کی ہی تجدید ہے۔ بیجنگ نے اس دستاویز میں واضح کر دیا ہے کہ وہ اپنی جوہری صلاحیتوں کو قومی سلامتی کے لیے درکار کم از کم سطح پر برقرار رکھے گا۔ چین نے ہمیشہ اپنے ایٹمی اثاثوں کی تعداد اور ان کی ترقی کے معاملے میں نہایت تحمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس نے کبھی کسی دوسرے ملک کے ساتھ دفاعی اخراجات، مقدار یا حجم کے اعتبار سے جوہری مقابلہ نہیں کیا اور نہ ہی مستقبل میں ایسا کرے گا۔ چین نے اپنی اس دیرینہ پالیسی کو دہرایا ہے کہ وہ جوہری ہتھیاروں کے استعمال میں کبھی پہل نہیں کرے گا اور غیر جوہری ریاستوں یا ایٹمی ہتھیاروں سے پاک خطوں کے خلاف ان کے استعمال سے غیر مشروط طور پر گریز کرے گا۔ مزید برآں، چین کا موقف ہے کہ اس نے اپنے دفاع کے لیے میزائل اور حفاظتی نظام محض اپنی خود مختاری اور سلامتی کو یقینی بنانے اور جنگ کی روک تھام کے لیے وضع کیے ہیں، اور یہ کسی بھی دوسرے ملک یا خطے کے خلاف جارحانہ اقدام نہیں ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے چین کو اسلحے کی ایک نئی دوڑ میں الجھانے کی کوشش کی ہے، بالکل ویسے ہی جیسے اس نے

ماضی میں سوویت یونین کے ساتھ کیا تھا، اور اس مقصد کے حصول کے لیے متعدد اقدامات کیے ہیں:

1. چینی خطرے کو مبالغہ آمیز بنا کر پیش کرنا: امریکہ کا دعویٰ ہے کہ چین کے پاس 1500 سے زائد جوہری وار ہیڈز موجود ہیں اور 2021 میں یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ 2035 تک یہ تعداد 3000 تک تجاوز کر جائے گی۔ خوف کی فضا کو مزید ہوا دینے کے لیے امریکہ یہ پراپیگنڈا بھی کرتا ہے کہ چین کے پاس 12,000 کلومیٹر تک ہدف کو نشانہ بنانے والے بیلسٹک میزائل موجود ہیں اور وہ 2025 سے ایک ایسا عظیم الجثہ بمبار طیارہ (Xi'an H-20) تیار کرے گا جو امریکی B-52 بمبار سے کہیں بہتر کارکردگی کا حامل ہوگا۔

2. ایشیائی اتحادیوں کو مسلح ہونے پر اکسانا: امریکہ نے اپنے ایشیائی حلیفوں اور شراکت داروں کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ وہ اپنی عسکری قوت اور طویل فاصلے تک مار کرنے کی صلاحیتوں کو مستحکم کریں۔ ماخذ میں فراہم کردہ متن کا بہتر، فصیح اور ادبی پیرائے میں ڈھلا ہوا ورژن درج ذیل ہے، جس میں اصل مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے زبان و بیان کی شگفتگی اور گرامر کی درستی کا اہتمام کیا گیا ہے: اس مقصد کے لیے درج ذیل طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں:

4. میزائل سازی اور دفاعی بجٹ میں اضافہ: یہ پیش رفت ان تمام آئینی اور قانونی قدغنوں کے خاتمے کے بعد سامنے آئی ہے جو ماضی میں اس رجحان کی راہ میں رکاوٹ تھیں، جیسا کہ جاپان کی مثال سے واضح ہے۔ 29 اگست 2022 کو جاپان کی وزارتِ دفاع نے مالی سال 2023 کے لیے تقریباً 40 ارب ڈالر کے تاریخی دفاعی بجٹ کی درخواست کی، جس میں طویل فاصلے تک مار کرنے والے میزائلوں اور دیگر دفاعی نظاموں کے لیے غیر متعینہ مالیاتی رقوم بھی شامل تھیں۔ جاپان نگرانی اور حملے کے لیے جدید ڈرونز کی تیاری اور بیلسٹک میزائل ڈیفنس سسٹم سے لیس بحری بیڑے بنانے کا ارادہ بھی رکھتا ہے۔

5. اسلحے کی خریداری اور دفاعی معاہدے: اس کی ایک واضح مثال آسٹریلیا کے ساتھ امریکہ کا جوہری آبدوزوں کا معاہدہ ہے۔ ایک آسٹریلوی دفاعی عہدیدار کے مطابق، امریکہ اور برطانیہ کے تعاون سے شروع ہونے والا یہ جوہری آبدوز پروگرام آئندہ 30 برسوں میں 245 ارب ڈالر کی خطیر لاگت تک پہنچ جائے گا، جو آسٹریلوی تاریخ کا سب سے بڑا دفاعی منصوبہ ہے۔ اسی نوعیت کے اقدامات جنوبی کوریا، فلپائن اور تائیوان کے ساتھ بھی کیے گئے ہیں، جبکہ امریکہ نے بھارت کو عسکری طور پر مضبوط بنانے اور اسے چین کی 'حصار بندی کی پالیسی' (containment policy) میں شامل کرنے کا عمل بھی شروع کر دیا ہے۔

3. چین کو پالیسی کی تبدیلی پر مجبور کرنا: ان اقدامات نے چین کو اس کی منشا کے برعکس ہتھیاروں کی دوڑ میں شامل ہونے

پر مجبور کر دیا ہے اور اسے اپنی 'عدم مداخلت' کی پالیسی پر قائم رہنے سے روک دیا ہے۔

3. سی این این (CNN) کی رپورٹ کے مطابق، سیٹلائٹ تصاویر یہ ظاہر کرتی ہیں کہ چین کی میزائل سازی سے متعلقہ 136 تنصیبات، جو چین کے جوہری اثاثوں کا انتظام کرتی ہیں، میں سے 60 فیصد سے زائد کو وسعت دی گئی ہے۔ 2020 کے آغاز سے 2025 کے اختتام تک ان مقامات کے رقبے میں 20 لاکھ مربع میٹر سے زائد کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے، جہاں نئے ٹاورز، بنکرز اور حفاظتی باڑیں نصب دیکھی گئی ہیں۔

4. 9 جون 2025 کو چینی نائب وزیر خارجہ سن ویڈونگ نے امریکی خطرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "اس وقت جنوبی چین کے سمندر میں سلامتی کا سب سے بڑا چیلنج خطے سے باہر کی قوتوں کی جانب سے پیدا کیا جا رہا ہے"۔ انہوں نے وضاحت کی کہ وہاں امریکہ کی بڑھتی ہوئی عسکری موجودگی خطے کو "ہتھیاروں کی دوڑ کے گرداب" میں دھکیل رہی ہے، جس کے باعث پورا ایشیا پیسیفک خطہ جغرافیائی سیاسی تنازعات کی زد میں آ گیا ہے۔

امریکہ کی جانب سے چھیڑی گئی ہتھیاروں کی اس دوڑ کے دو کلیدی مقاصد ہیں:

پہلا: معاشی وسائل کو نچوڑنا: فوری مقصد یہ ہے کہ چین کے معاشی وسائل کو ختم کیا جائے اور اسے مختلف نیابتی جنگوں، جیسے کہ خلائی جنگ (space war) میں الجھا دیا جائے۔ دفاعی اخراجات کے اعداد و شمار اس وسیع خلیج کو واضح کرتے ہیں جسے چین کو عبور کرنا ہے:

4. امریکہ: 2024 کے لیے تخمینہ شدہ دفاعی اخراجات 997 ارب ڈالر ہیں، جو عالمی مجموعی اخراجات کا تقریباً 37 فیصد بنتا ہے۔

5. چین: 2024 کے لیے تخمینہ شدہ دفاعی اخراجات 313 ارب ڈالر ہیں، جو گزشتہ سال کے مقابلے میں محض 6 فیصد اضافہ ہے۔

یہ خطیر اخراجات عسکری بالادستی برقرار رکھنے کے امریکی عزم کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس پر تناؤ ماحول میں، چین اپنی دولت اور وسائل کا ایک بڑا حصہ اسلحے کی نذر کرنے پر مجبور ہو گا تاکہ اپنے سیکیورٹی اہداف حاصل کر سکے، لیکن یہ تمام تر پیش رفت اس کی معاشی استحکام اور خوشحالی کی قیمت پر ہو گی۔ یہ دوڑ چین کی معاشی بچت اور ثمرات کو نگل جائے گی اور اسے ایسے ہتھیاروں (جیسے ایٹمی ہتھیار) کی تیاری میں مصروف کر دے گی جو شاید کبھی استعمال ہی نہ ہوں۔

دوسرا: پڑوسی ممالک کے ذریعے اپنے مفادات کا تحفظ: امریکہ، چین کی عسکری صلاحیتوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی پالیسی کے ذریعے پڑوسی ممالک میں خوف پیدا کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ اب یہ ممالک امریکہ کے ساتھ دفاعی معاہدوں اور مزید امریکی اسلحے کی خریداری کے لیے کوشاں ہیں۔

حاصلِ کلام: امریکہ، بالخصوص ٹرمپ کے دورِ اقتدار میں، چین کو ایک عالمی دشمن کے طور پر پیش کر رہا ہے اور اس کی کردار کشی کر رہا ہے تاکہ اپنی "پردے کے پیچھے سے قیادت" (leading from behind) کی پالیسی کے ثمرات حاصل کر سکے۔ اس حکمتِ عملی میں دشمن کے حریفوں کو عسکری تقویت دینا، انہیں دفاعی بجٹ بڑھانے پر اکسانا اور انہیں اپنا اسلحہ فروخت کرنا شامل ہے۔ اس کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ پڑوسی ممالک چین کی حصار بندی جاری رکھیں اور اسے علاقائی تنازعات میں الجھائے رکھیں، تاکہ امریکی اتحادی براہِ راست جنگ میں کودے بغیر اور اپنے وسائل ضائع کیے بغیر امریکہ کے سٹریٹیجک مفادات کی پاسبانی کر سکیں۔

روانڈا اور جمہوریہ کانگو کے مابین تنازع اور اس کے حل کے لیے ٹرمپ کا منصوبہ

تحریر: استاد نبیل عبدالکریم

(ترجمہ)

افریقہ کا 'گریٹ لیکس' (عظیم جھیلوں کا) خطہ اس وقت دنیا کے پیچیدہ ترین تنازعات کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، جہاں پرانے نسلی، سیاسی اور معاشی بحرانوں کے یکجا ہونے سے روانڈا اور جمہوریہ کانگو کے درمیان کشیدگی دوبارہ شدت اختیار کر رہی ہے۔ تاریخی تناظر میں اس تنازع کی جڑیں 1994 کی نسل کشی، مسلح ملیشیاؤں کے عروج اور وسیع معدنی ذخائر پر قبضے کے لیے علاقائی قوتوں کے مابین جاری رسہ کشی سے جڑی ہوئی ہیں۔ سال 2025 میں تشدد کی بڑھتی ہوئی لہر کے پیشِ نظر، ریاستہائے متحدہ امریکہ نے ایک ایسے اقدام کے ساتھ مداخلت کی ہے جسے اس بحران کا رخ موڑنے کی ایک بڑی کوشش قرار دیا جا رہا ہے۔

آیئے اس تنازع کی بنیادوں، مفادات کے ٹکراؤ اور امن کی بحالی یا دوبارہ جنگ چھڑنے کے امکانات کے درمیان موجود امریکی مفادات کا ایک سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

اس تنازع میں کلیدی موڑ 1994 کی روانڈا نسل کشی تھی، جس کے نتیجے میں لاکھوں 'ہوتو' (Hutu) باشندوں نے ہجرت کر کے مشرقی کانگو میں پناہ لی۔ اس بڑے پیمانے پر ہونے والی نقل مکانی نے پناہ گزینوں اور ان کے مخالفین (مثلاً کانگو میں مقیم روانڈا کی باغی فوج 'ڈیموکریٹک فورسز فار دی لبریشن آف روانڈا' -FDLR) کے مابین شدید تناؤ پیدا کر دیا۔ اس ہولناک قتلِ عام کے بنیادی محرکات درج ذیل تھے:

6. **استعماری باقیات:** بیلجیم نے 1916 سے روانڈا کو اپنی نو آبادی بنا رکھا تھا، اور اسی استعماری طاقت نے وہاں نسلی تفریق کے بیج بوئے۔ انہوں نے 'توتسی' (Tutsi) قبیلے کو برتر نسل قرار دے کر انہیں اسلحہ، اقتدار اور تعلیم سے نوازا، جبکہ 'ہوتو' قبیلے کو یکسر دیوار سے لگا دیا گیا۔

7. **سیاسی اور سماجی امتیاز:** 1962 میں روانڈا کی آزادی کے وقت اقتدار 'ہوتو' قبیلے کو منتقل ہو گیا، جس کے نتیجے میں توتسیوں کے خلاف پر تشدد فسادات پھوٹ پڑے اور ہزاروں افراد یوگنڈا، برونڈی اور کانگو کی جانب ہجرت کر گئے۔ 1980 کی دہائی کے اواخر میں 'روانڈن پیٹریاٹک فرنٹ' (RPF) کا قیام عمل میں آیا، جس نے 1990 میں 'ہوتو' حکومت پر حملہ کر دیا۔ حکمران طبقے نے اس حملے کو نسلی منافرت پھیلانے کے آلے کے طور پر استعمال کیا۔ 6 اپریل 1994 کو صدر ہابیاریمانا کا طیارہ مار گرایا گیا، جس کا الزام کسی ثبوت کے بغیر RPF اور عمومی طور پر توتسی انتہا پسندوں پر عائد کر دیا گیا۔

ریاستی ڈھانچے کی کمزوری اور عالمی نظام کی مداخلت میں ناکامی کے باعث (جس نے اس سانحے کو 'نسل کشی' تسلیم کرنے میں طویل عرصہ لگایا)، توتسیوں اور اعتدال پسند ہوتوؤں کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ انہیں قتل و غارت گری کی ایک ایسی مشین کے حوالے کر دیا گیا جس نے محض 100 دنوں میں تقریباً 8 لاکھ انسانی جانیں نگل لیں۔ یہ بربریت اس وقت تھمی جب RPF کی افواج نے پیش قدمی کرتے ہوئے دارالحکومت پر قبضہ کر لیا اور نسل کشی کی منصوبہ ساز حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اس کے بعد ہزاروں مجرم اور سیاست دان فرار ہو گئے۔ اس مرحلے پر، اقوام متحدہ نے ہمیشہ کی طرح قتلِ عام روکنے کے بجائے صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے مداخلت کی۔

1994 سے 2000 تک ریاست سازی کا مرحلہ پال کاگامے کی قیادت میں RPF کے زیرِ سایہ شروع ہوا۔ ایک قومی مفاہمت کی حکومت تشکیل دی گئی اور یوگنڈا، برونڈی اور تنزانیہ سے لاکھوں پناہ گزینوں کی واپسی ہوئی۔ نسل کشی کے ذمہ داروں کا احتساب کیا گیا اور ہوتو مسلح ملیشیاؤں کو کچل دیا گیا، جن کے بیشتر ارکان فرار ہو کر کانگو (سابقہ زائر) منتقل ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں روانڈا 1996 اور 1998 کی کانگو جنگوں کا براہِ راست فریق بن گیا۔ سال 2000 میں پال کاگامے باقاعدہ طور پر روانڈا کے صدر منتخب ہو گئے۔

2010 سے 2022 کے دوران مشرقی کانگو میں روانڈا کا اثر و رسوخ بڑھا اور وہاں کے مسلح گروہوں سے اس کے روابط کلیدی اہمیت اختیار کر گئے۔ روانڈا پر تواتر سے یہ الزام لگتا رہا کہ وہ '23 مارچ موومنٹ' (M23) جیسے گروہوں کو وسیع امداد فراہم کر رہا ہے، جو کانگو میں ہوتو ملیشیاؤں کے مدِ مقابل ہیں۔ اس مداخلت کا بنیادی مقصد ہوتو ملیشیاؤں کی واپسی کا سدِباب کرنا تھا، جبکہ دوسرا بڑا محرک یہ تھا کہ مشرقی کانگو سونا، کولٹن، قلعی اور الیکٹرانکس کی صنعت کے لیے درکار دیگر معدنیات سے مالا مال ہے۔

اس عرصے میں روانڈا، افریقہ کے تیز ترین ترقی کرنے والے ممالک کی فہرست میں شامل ہو گیا، تاہم وہاں کا نظامِ

حکومت آمریت پر مبنی رہا۔ دستور میں ترمیم کے ذریعے کاگامے کے لیے 2034 تک اقتدار میں رہنے کی راہ ہموار کی گئی، اور وہ اپنے سیاسی حریفوں کی ٹارگٹ کلنگ جیسی سرگرمیوں میں بھی ملوث رہے۔ 2022 کے اوائل میں مسلح گروہوں، بالخصوص M23 نے 'روبایا' جیسے معدنیات سے بھرپور علاقوں پر قبضہ کر لیا، جس سے انہیں ٹیکسوں کی صورت میں مستقل مالی منفعت حاصل ہونے لگی۔ بعد ازاں انہوں نے گوما اور بوکاوو جیسے اہم شہروں کا کنٹرول بھی سنبھال لیا۔ اس صورتحال پر عالمی سطح پر مذمت کی گئی اور روانڈا پر M23 کو اسلحہ وافرادی قوت فراہم کرنے کے الزامات لگے، جن کی روانڈا نے سرکاری سطح پر تردید کی۔

یہیں سے 27 جون 2025 کو ٹرمپ کی سفارتی پیش قدمی کا آغاز ہوتا ہے۔ روانڈا اور جمہوریہ کانگو نے امریکی سرپرستی میں ایک امن معاہدے پر دستخط کیے، جسے 'واشنگٹن معاہدہ' کا نام دیا گیا۔ ٹرمپ نے دونوں ممالک کے سربراہان کو واشنگٹن مدعو کیا تاکہ اس معاہدے کو تاریخی رنگ دیا جاسکے۔ معاہدے کی شرائط کے مطابق: 90 دنوں کے اندر مشرقی کانگو سے روانڈا کی افواج کا انخلاء، دوطرفہ معاشی انضمام کے ڈھانچے کی تشکیل، سیکیورٹی کے لیے مشترکہ طریقہ کار کی وضع، اسلحے پر کنٹرول، M23 اور FDLR جیسی ملیشیاؤں کا قلع قمع، اور کانگو کی کان کنی کی صنعت میں بین الاقوامی (خصوصاً امریکی) نجی سرمایہ کاری کی شمولیت طے پائی۔ ٹرمپ کے اس مصالحتی عمل کا اصل محور یہی آخری نکتہ تھا، یعنی کان کنی کے شعبے پر غلبہ پانا تاکہ تزویراتی معدنیات کے لیے چین پر امریکی انحصار کو کم کیا جاسکے۔

4 دسمبر کے بیانات میں ٹرمپ نے اس معاہدے کو تاریخ ساز قرار دیتے ہوئے دعویٰ کیا کہ یہ دنیا کے طویل ترین تنازعات میں سے ایک کا اختتام ہے۔ انہوں نے ریمارکس دیے: "یہ ایک شاندار دن ہے؛ افریقہ، دنیا اور ان دونوں ممالک کے لیے ایک عظیم دن... آج ہم وہاں کامیابی حاصل کر رہے ہیں جہاں باقی سب ناکام رہے؛ گزشتہ 30 برسوں سے مشرقی کانگو میں روئے زمین کا بدترین تنازع جاری تھا"۔ کیا یہ معاہدہ پائیدار ثابت ہوگا اور امن لائے گا، یا یہ تنازع کی ایک نئی لہر کا پیش خیمہ ہے؟۔ امن کا ایک امکان اس لیے موجود ہے کیونکہ معدنیات پر کنٹرول پانے کے لیے امن برقرار رکھنا خود امریکہ کے اپنے مفاد میں ہے، اور عوام بھی طویل جنگ کے اثرات سے چور ہو چکے ہیں۔

تاہم، متعدد عوامل اس تنازع کے دوبارہ بھڑک اٹھنے کا خطرہ پیدا کرتے ہیں:

5. M23 تحریک اب بھی مشرقی کانگو میں فعال ہے جس پر روانڈا کی پشت پناہی کا الزام ہے۔

6. اس سفارت کاری کا اصل ہدف امن نہیں بلکہ قدرتی وسائل اور نایاب زمینی عناصر (Rare Earth Elements) پر

تسلط ہے، تاکہ امریکی کمپنیوں کے لیے راہیں ہموار کی جاسکیں۔

7. ملیشیاؤں کا خاتمہ کاغذ پر جتنا سہل ہے، حقیقت میں اتنا ہی دشوار گزار ہے۔

8. آج بھی مشرقی کانگو سے جھڑپوں اور حملوں کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔

9. کانگو کی بعض مقامی برادریوں کا ماننا ہے کہ یہ امن ان پر جبراً مسلط کیا گیا ہے اور مسئلہ اپنی جڑوں سے حل نہیں ہوا؛ نسلی تناؤ اب بھی موجود ہے، جسے محض اس وقت تک نظر انداز کیا جاتا ہے جب تک کوئی نیا بحران سر اٹھا نہ لے۔

ایک محدود علاقائی قوت کے طور پر روانڈا کا ابھرنا غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ آج یہ وسطی افریقہ میں وہی کلیدی کردار ادا کر رہا ہے جو بین الاعظمی توازن میں 'یہودی وجود' (اسرائیل) کا ہے۔ روانڈا ایک منظم فوج کا حامل ہے اور وہ موزمبیق، وسطی افریقی جمہوریہ اور کانگو کے معاملات میں بھرپور طریقے سے دخیل ہے، جسے امریکہ کی بھرپور تائید حاصل ہے۔ روانڈا کو اس کی جغرافیائی اور آبادیاتی حیثیت سے کہیں زیادہ بڑا کردار تفویض کیا جا رہا ہے۔ روانڈا کے واسطے سے امریکہ اپنی جیو-اکنامک سیکیورٹی کو یقینی بنائے گا اور بڑی امریکی کارپوریشنز کی رسائی کو ممکن بنائے گا۔ اس امریکی موجودگی کو بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعے قانونی تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ امریکہ اس امر کو یقینی بنائے گا کہ کانگو ایک ایسا "کمزور دیو" بن کر رہے جو ہمیشہ امریکی معاونت کا محتاج ہو، تاکہ اس کے وسائل کا استحصال کیا جاسکے اور چین یا کسی دوسری قوت کو ان معدنیات تک رسائی نہ ملے۔ استحصال اور استحکام کے تسلسل کا دارومدار اب اس امریکی فارمولے پر ہے: کنٹرول شدہ امن + امریکی سرمایہ کاری + روانڈا کا اثر و رسوخ = استحکام۔

طے پانے والا امن معاہدہ برقرار تو رہ سکتا ہے لیکن اس کی کوئی قطعی ضمانت نہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان نزاع محض ایک معمولی سرحدی تنازع نہیں، بلکہ یہ دہائیوں پر محیط نسلی تناؤ، علاقائی مداخلتوں اور ان وسائل پر قبضے کی جنگ ہے جنہیں اب قومی اثاثہ اور انتہائی بیش قیمت (نایاب زمینی عناصر) تسلیم کیا جاتا ہے۔ حقیقی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ فریقین سیاسی وعدوں کو زمینی حقائق میں کس حد تک بدلتے ہیں۔ اصل چیلنج یہی ہے، کیونکہ یہ حل تنازع کی بنیادی وجوہات کے تدارک کے بجائے صرف فوری مفادات کی تکمیل کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا روانڈا اور کانگو امریکی ثالثی کو ایک مستقل امن کی بنیاد بنا سکیں گے، یا یہ معاہدہ محض ایک بے جان تحریر ثابت ہوگا اور ایک طویل جنگ میں صرف عارضی وقفے کا نام ہوگا؟

حزب التحریر / ولایہ لبنان کی رکن پارلیمنٹ ابراہیم منیمنہ سے ملاقات

حزب التحریر / ولایہ لبنان کے ایک وفد نے، جس میں حزب التحریر کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے سربراہ ڈاکٹر محمد جابر اور کمیٹی کے رکن انجینئر صالح سلام شامل تھے، منگل 16 دسمبر 2025 کو بیروت کے رکن پارلیمنٹ ابراہیم منیمنہ سے ملاقات کی۔ وفد نے ابتداءً حزب کا تعارف کرایا، اس کے نظریات اور دیگر جماعتوں سے اس کے امتیازی فرق کو واضح کیا، اور اس کے اصولوں سمیت ہر قسم کی فرقہ واریت، قوم پرستی اور قبائلیت کے رد پر زور دیا۔

وفد نے لبنان کے مسائل کے اساسی حل کے لیے حزب کا وژن پیش کیا، جو کہ لبنان کی اصل حیثیت یعنی "ارضِ شام" کے حصے کے طور پر واپسی میں مضمر ہے۔ وفد نے ان غیر قانونی، غیر شرعی اور غیر مؤثر حلوں کو یکسر مسترد کر دیا جو بحران کو حل کرنے کی بجائے اسے مزید طول دینے اور گہرا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ وفد نے خطے کے سلگتے ہوئے مسائل اور لبنانی حکمرانوں کی ان مسلسل کوششوں پر بھی تبادلہ خیال کیا جو یہودی وجود کو باقاعدہ تسلیم کرنے اور اس کے ساتھ معاشی تعلقات کی استواری کی جانب گامزن ہیں۔

وفد نے اس ضرورت پر زور دیا کہ تمام مخلص اراکینِ پارلیمنٹ اور سیاست دانوں کو، کم از کم اپنے موقف اور بیانات کی حد تک، علانیہ طور پر اس منصوبے کی مخالفت کرنی چاہیے۔ ملاقات کے اختتام پر دونوں فریقین نے مستقبل میں دوبارہ ملنے اور موجودہ صورتحال پر مشاورت جاری رکھنے پر اتفاق کیا۔

کویتی عدالت نے حزب التحریر سے وابستگی پر ایک نوجوان کو پانچ سال قید کی سزا سنادی

(الرای ڈیلی، کویت، بدھ، 26 جمادی الثانی 1447ھ، 17/12/2025ء) "کریمنل کورٹ، زیرِ صدارت جج ڈاکٹر خالد الامیرہ، نے ایک شہری کو ایک 'دہشت گرد' گروہ، حزب التحریر، میں شمولیت، اس کی مالی معاونت اور حمایت کے جرم میں پانچ سال قیدِ بامشقت کی سزا سنائی۔ پراسیکیوشن نے ملزم پر سوشل میڈیا کے ذریعے ایک ممنوعہ تنظیم میں شامل ہونے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینے کا الزام عائد کیا جس کا مقصد غیر قانونی ذرائع سے سیاسی نظاموں کا تختہ الٹنا تھا۔ خاص طور پر، اس نے ممنوعہ تنظیم حزب التحریر میں شمولیت اختیار کی، جس کا مطمحِ نظر خلافتِ راشدہ کا قیام ہے، اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم 'X' پر اس گروہ کے نظریات کی تشہیر کے ذریعے دوسروں کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی۔"

اخبار الرایہ: کیا نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کی جدوجہد ظالم حکمرانوں کی نگاہ میں دہشت گردی قرار پائی ہے؟! کیا امتِ مسلمہ کو اقوامِ عالم میں اس کا جائز مقام دلانے اور دوبارہ وہی "بہترین امت" بنانے کی کوشش جسے بنی نوع انسان کے لیے نکالا گیا ہے، جابر ریاستوں کی نظر میں دہشت گردی بن گئی ہے؟! اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ**﴾ **"تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"** [سورہ آل عمران: 110]۔ کیا ان حکومتوں اور ان کے کارندوں کے لیے یہ زیادہ قرینِ قیاس بلکہ فرض نہیں تھا کہ وہ ان مردانِ حق کی تکریم کرتے جو اپنی زندگیاں وقف کر کے انتھک محنت کر رہے ہیں اور اپنی جان و مال کی قربانی دے رہے ہیں تاکہ اپنی امت کو استعماری مغرب کی غلامی کی زنجیروں سے نجات دلائیں اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت کی بنیاد پر اس کی حقیقی بیداری (نشاۃ ثانیہ) کا سامان کریں؟!

شاہی اردنی فضائیہ کے اہلکارو! تم اس وقت کہاں کھڑے ہو جب یہودی تمہارے بھائیوں کے ساتھ یہ سب کر رہے ہیں؟!

اردنی ٹیلی ویژن نے ہفتہ 20 دسمبر کو خبر دی کہ شاہی اردنی فضائیہ نے گزشتہ شب شام میں داعش کے ٹھکانوں پر امریکی حملوں میں شرکت کی۔

اردنی ٹیلی ویژن کے مطابق: "اردن کی یہ شرکت انسدادِ دہشت گردی کی جنگ کے فریم ورک کے تحت ہے تاکہ انتہا پسند تنظیموں کو ان علاقوں کو شام کے ہمسایوں اور خطے کی سلامتی کے لیے خطرہ بننے والے لانچنگ پیڈز کے طور پر استعمال کرنے سے روکا جاسکے، خاص طور پر جب داعش نے شام میں اپنی صلاحیتوں کو دوبارہ مجتمع کر لیا ہے۔" (الجزیرہ نیٹ، ہفتہ، 29 جمادی الثانی 1447ھ، 20/12/2025ء)۔

اخبار الرایہ: وہ سوال جو اس خبر کے سننے اور پڑھنے والے کے ذہن میں شدت سے ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ: کیا وہ صہیونی جنہوں نے فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کیا، وہاں کے مکینوں کو شہید کیا، انہیں ان کی زمین اور وطن سے بے دخل کیا اور اس پر اپنا غیر قانونی وجود قائم کیا، دہشت گرد نہیں ہیں؟! وہ صہیونی جنہوں نے غزہ کی پٹی کو مکمل طور پر ملبے کا ڈھیر بنا دیا اور وہاں کے لوگوں کی نسل کشی کی جس کے نتیجے میں تقریباً دو لاکھ لوگ شہید اور زخمی ہوئے، اور جو نام نہاد جنگ بندی کے معاہدے کے باوجود وہاں قتل عام جاری رکھے ہوئے ہیں، کیا وہ دہشت گرد نہیں ہیں؟! وہ یہودی جو مغربی کنارے کے شہروں اور دیہاتوں میں دندناتے پھر رہے ہیں، قتل و غارت، گرفتاریاں اور گھروں کی مسماری کر رہے ہیں، کیا وہ دہشت گرد نہیں ہیں؟! ان سب کے مقابلے میں شاہی اردنی فضائیہ کہاں ہے؟ اس نے ان غاصبوں پر حملہ کیوں نہیں کیا، اور ان مظلوموں کی نصرت کے لیے کیوں نہیں آئی جن کی فریادیں کرتے کرتے آوازیں بیٹھ چکی ہیں اور جن کے دل شکستہ ہو چکے ہیں؟ یا اس کا اور اس کے بادشاہ کا کردار محض اتنا ہے کہ صہیونیوں کی ایماء پر ان کی طرف چند نوالے پھینک دیں؟!

اور کیا یہ امریکہ، جس کے ساتھ مل کر اردن داعش پر حملوں میں شریکِ کار ہے، کفر اور جرائم کا سرغنہ نہیں ہے، جو

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بر سرِ پیکار ہے، صہیونی وجود کو مال اور اسلحہ فراہم کر رہا ہے، اور اسے سیاسی، معاشی اور میڈیا کی مدد دے رہا ہے تا کہ غزہ، مغربی کنارے، لبنان، شام، ایران اور یمن میں مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جا سکے؟! تو اے اردنی فوج اور فضائیہ، تمہیں کیا ہوا ہے، تم معاملات کا فیصلہ کس طرح کرتے ہو؟!

استعماری مغرب اور مسلم حکمران: ایک ہی شکنجے کے دو جبڑے

تحریر: شیخ عدنان مزیان

(ترجمہ)

ریاست، در حقیقت ان اقدار، معیارات اور تصوراتِ زندگی کے نفاذ کا ایک انتظامی ڈھانچہ ہے جن کا انتخاب کسی قوم یا امت نے کیا ہو۔ لہٰذا، یہ امر ناگزیر ہے کہ ریاست کی ہیئت اس کی امت کے مزاج کے عین مطابق ہو، اس کا انتخاب خود امت نے کیا ہو، اور وہ اپنا متعین کردہ کردار اس طور نبھائے کہ حکمرانی کے ضروری امور کی انجام دہی سے عوام کے منتخب کردہ طرزِ زندگی کا حصول ممکن ہو سکے۔ ریاست سے یہ بھی متوقع ہے کہ وہ عوام اور ان کے نظامِ زندگی کے تحفظ کو یقینی بنائے، اور ہر اس رکاوٹ کا راستہ روکے جو ان کے وجود یا مفادات کے لیے خطرہ ہو، وہ مفادات جن کا تعین ان کی اپنی تہذیب کے طے شدہ معیارات نے کیا ہو۔

تاہم، گزشتہ کئی دہائیوں سے یہ امت جابرانہ اور مجرمانہ حکمرانی کے زیرِ اثر ہے، جہاں ریاست کا اپنی تہذیب، اقدار یا مفادات سے کوئی سروکار نہیں۔ اس کے برعکس، یہ ریاستیں، کافر اور استعماری مغرب اور بسا اوقات ملحد و ظالم مشرکین کے مفادات کی آئینہ دار رہی ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے حکمرانوں کی حیثیت، استعمار کے محض ان "نگہبانوں" کی سی ہے، جنہیں ہم پر اس لیے مسلط کیا گیا ہے تاکہ وہ استعماری ایجنڈے کی تکمیل کریں اور درج ذیل اقدامات کے ذریعے اس کے فوری اور اسٹریٹجک مفادات حاصل کریں:

پہلا: اس امر کو یقینی بنانا کہ امت اپنی تہذیب، الہامی شریعت اور اپنی وحدت (ریاست) کی طرف واپس نہ لوٹے، کیونکہ یہ مغرب کے مفادات اور درحقیقت اس کی پوری تہذیب کے لیے ایک وجودی خطرہ ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ان نفوس کو جبر کا نشانہ بنایا جاتا ہے جو حکمرانی میں اسلام کی واپسی اور خلافت کے قیام کی دعوت دیتے ہیں؛ عوام کو ان سے بدظن کرنے کے لیے ان کی کردار کشی کی جاتی ہے اور ان کی سرگرمیوں پر قدغنیں لگائی جاتی ہیں۔ بسا اوقات عوام کو اس فریب میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ ملکی ناگفتہ بہ حالت کے پیشِ نظر نفاذِ شریعت ناممکن ہے، یا معاشرے میں موجود

ثقافتی، نسلی اور مذہبی تنوع کا بہانہ تراشا جاتا ہے کہ یہ اسلام کے نفاذ کی راہ میں حائل ہیں، لہٰذا اسیکولرزم اور وضعی قوانین کا نفاذ ناگزیر ہے۔ بعض اوقات وہ مارشل لاء نافذ کر دیتے ہیں، جو محض حکمران کی انا اور غلبہ برقرار رکھنے کی خواہش کا دوسرا نام ہوتا ہے۔

اسی تناظر میں 'تدریجیت' اور 'مرحلہ وار نفاذ' کا مغالطہ بھی پیش کیا جاتا ہے، جو غیر نظریاتی حزبِ اختلاف کے ذہنوں میں راسخ کیا جاتا ہے تاکہ عوام کو جذباتی اور فکری طور پر قابو میں رکھنے کا عمل مکمل کیا جا سکے۔ یہ عمل عوام کو بدستور اسی بوسیدہ نظام کے شکنجے میں جکڑے رکھتا ہے، جہاں وہ یا تو جبر کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں، یا تبدیلی سے مایوس ہو جاتے ہیں، یا پھر کسی ایسی مبہم تبدیلی کے منتظر رہتے ہیں جو شاید نام نہاد تدریجیت کسی دن لے آئے!

دوسرا: ہمارے حکمران مسلم ممالک میں مغرب کے مادی و عسکری مفادات کی نگہبانی خود اپنے عوام کی قیمت پر کرتے ہیں، اور اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ کم سے کم نقصان کے ساتھ ہمارے وسائل کی لوٹ مار اور دشمنوں کا ہماری زمینوں پر غاصبانہ قبضہ برقرار رہے۔ ہماری ریاستیں اور ان کے حکمران اس بات کے خواہاں ہوتے ہیں کہ مغرب کے ساتھ مسلط کردہ کسی بھی تصادم میں ہماری شکست یقینی ہو، چاہے اس کے لیے خفیہ سازش، مکر و فریب اور کھلی ڈھٹائی سے کام لینا پڑے؛ اور یہ سب کچھ عسکری و دفاعی اتحادوں یا "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے لبادے میں کیا جاتا ہے۔

چنانچہ عالمِ اسلام میں سلامتی اور عسکری اداروں کا منصب اب زمین اور عوام کی حفاظت یا اسلامی اقدار و تہذیب کا تحفظ نہیں رہا۔ اس کے بجائے، ان کی تمام تر توانائیاں مغربی مفادات کے خلاف اٹھنے والے ہر خطرے کو جڑ سے اکھاڑنے اور امید کی اس ہر کرن کو کچلنے پر مرکوز ہو گئی ہیں جو اقتدار میں متمکن ان کے سرپرستوں کے استحکام کو متزلزل کر سکے، اور یہ سب "قومی سلامتی اور استحکام" کے پردے میں کیا جاتا ہے! اس کے باوجود، امریکی قیادت میں استعماری قوتیں اب اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ان حکمرانوں کی اہلیت پر تکیہ نہیں کرتیں، اسی لیے انہوں نے درجنوں فوجی اڈوں اور جنگی ہوائی اڈوں کے ذریعے ہمارے ممالک پر براہِ راست عسکری یلغار کا فیصلہ کیا ہے، جو ایک عرصے سے ہمارے سینوں پر مسلط ہیں۔

تیسرا: امتِ مسلمہ کے قلوب سے اسلامی تہذیب کے نقوش مٹانے اور مسلمانوں کی زندگیوں میں مغربی اقدار کو پیوست کرنے کی مذموم سعی کرنا۔ اس کا مقصد مغربی معیارِ ترقی کے مطابق ہماری دنیا کو سنوارنا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا حقیقی مقصد عوام کی فکری غلامی کو یقینی بنانا ہے، جو ان کے حکمرانوں کی سیاسی محکومی کے عین مطابق ہو۔ حکمران، ان کا زرخرید میڈیا

اور تنخواہ دار دانشور مسلسل یہ گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں، جہاں وہ قرآن، سنت اور اسلامی شریعت کے ساتھ ساتھ ان معتبر علماء پر بھی شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں جو حق پر قائم ہیں۔ وہ مغربی فکر کی غلاظت، وہاں کے فلاسفہ اور اپنی ہی قوم کے مرعوب لوگوں کی ستائش کرتے ہیں؛ ان سب کا مقصد عوام کے فکری معیارات اور موقف کو تبدیل کرنا، رول ماڈلز کو تباہ کرنا اور مسلمانوں کی تہذیبی بنیادوں کو منتشر کرنا ہے۔

اس کوشش میں مسلسل ناکامی کے باوجود وہ بارہا یہ تجربہ دہراتے ہیں، اس امید میں کہ مرحلہ وار ہی سہی، وہ اپنے مقاصد حاصل کر لیں: یعنی اسلامی تہذیب کے مسلمہ اصولوں پر مسلمانوں کے اعتماد کو متزلزل کرنا، اور اس کے قطعی حقائق و بنیادوں کو بحث و مباحثے اور شک کی زد میں لانا۔ امت آج ہر سطح پر جس انحطاط کا مشاہدہ کر رہی ہے، وہ تہذیبی یا مادی کمزوری کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امت ایک ایسے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے جو اس کی حرکت کو سلب کرتا ہے، اسے نمو سے روکتا ہے اور مزید تنزلی کی وعید دیتا ہے۔

امتِ مسلمہ اس تہذیب کی بدولت ایک عظیم قوت ہے جسے یہ اپنے سینے میں سموئے ہوئے ہے؛ یہ حق و صداقت کی امت ہے، جسے بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے نکالا گیا ہے، اور جس کے پاس توحید، ہدایت، عدل اور رحمت کا عالمگیر منصوبہ ہے۔ یہ اپنے نفوس کی کثرت اور نوجوان نسل کی ہمت و توانائی کے لحاظ سے بھی ایک بے پناہ قوت ہے۔ یہ تہذیبی، فکری اور سیاسی طور پر سب سے زیادہ مربوط اور ہم آہنگ امت ہے۔ تمام نسلی، علاقائی اور لسانی تفاخر اسلامی اخوت کی اس ہمہ گیر وحدت کے سامنے مٹ جاتے ہیں، ایسی وحدت جس کی مثال کسی دوسرے انسانی معاشرے میں مفقود ہے۔ بالخصوص اس لیے کہ اکثر قومیں مفادات پر اکٹھی ہوتی ہیں، اقدار پر نہیں؛ سرحدوں پر متحد ہوتی ہیں، مشترکہ وژن پر نہیں؛ اور محض مادی ترقی پر جڑتی ہیں، کسی ٹھوس فکری اساس پر نہیں۔

مزید برآں، اسلام کی فکری اور قلبی قوت امت کو قلیل مدت میں دنیا کی امامت تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہے، جیسے ہی یہ اپنی سیاسی زنجیروں کو توڑ کر دین کی خالص تعلیمات کی طرف رجوع کر لے۔ خشیتِ الٰہی اور جنت کی طلب امت کی تعمیر، اس کی برق رفتار ترقی اور غیر متزلزل استقامت کے ساتھ اس کے دفاع کے محرکاتِ اعظم ہیں۔ شہادت کا جذبہ مسلمانوں کا خاصہ ہے، اور روئے زمین پر کوئی دوسری قوم ایسی نہیں جہاں بیٹوں کی شہادت پر مبارکبادیں دی جاتی ہوں، اور نہ ہی پسماندگان شہداء کے مقام پر رشک کرتے ہوں۔ اس کے علاوہ، مسلمان دنیا کے ان خطوں میں آباد ہیں جو آبی ذخائر، زرخیز زمینوں اور بیش قیمت معدنیات سے مالا مال ہیں، اور کلیدی جغرافیائی محلِ وقوع کے حامل ہیں۔ اللہ سبحانہ و

تعالیٰ نے انہیں طاقت کے تمام مادی ذرائع سے نواز رکھا ہے، اب بس اس امر کی کسر ہے کہ وہ اللہ کے فضل سے استفادہ کریں، اور اللہ شکر گزاروں کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے۔

لہٰذا، امتِ مسلمہ کو مغربی شکنجے کے ان دونوں جبڑوں کو توڑنا ہو گا جو باہم ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں۔ مغرب ہمارے ایجنٹ حکمرانوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے، اور یہ حکمران اس کے مفادات کی پاسبانی کرتے ہیں۔ جب امت ان حکمرانوں کو پاش پاش کر دے گی، جو اس شکنجے کا کمزور جبڑا ہیں، تو اللہ کے حکم سے وہ اس پورے استعماری نظام سے نجات پالے گی۔ امت کو یہ ادراک ہونا چاہیے کہ اگرچہ عزت کی قیمت گراں معلوم ہوتی ہے، لیکن ذلت کی قیمت اس سے کہیں زیادہ مہنگی اور تباہ کن ہے، جو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب کی صورت میں ہے۔

جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

"جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کمند ڈالنے سے کتراتا ہے، وہ ابد تک گڑھوں میں ہی زیست بسر کرتا ہے!"

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے رکن

برہان کے بدلتے ہوئے موقف: عسکری پیش قدمی سے ٹرمپ کے ذریعے قیامِ امن تک!

تحریر: استاد عبدالخالق عبدون علی

(ترجمہ)

سوڈانی مسلح افواج کے سربراہ، عبد الفتاح البرہان نے ایک ایسے وقت میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ تعاون پر آمادگی ظاہر کی ہے جب امریکہ کی سرپرستی میں ہونے والے جنگ بندی کے مذاکرات تعطل کا شکار ہیں۔ عسکری رجحان رکھنے والی وزارتِ خارجہ کے ایک بیان کے مطابق، برہان نے سعودی ولی عہد محمد بن سلمان کی دعوت پر ریاض کا سرکاری دورہ مکمل کرنے کے بعد، "صدر ٹرمپ، وزیر خارجہ مارکو روبیو اور سوڈان کے لیے ان کے خصوصی ایلچی برائے امن، مسعد بولس کے ساتھ امن کے حصول اور جنگ کے خاتمے کی کوششوں میں اشتراکِ عمل کے عزم" کا اعادہ کیا۔ سوڈانی حکومتی ذرائع نے انکشاف کیا کہ برہان کے دورہ ریاض کا مقصد سعودی ولی عہد کی جانب سے امریکی صدر کو پیش کی گئی اس تجویز پر تبادلہ خیال کرنا تھا، جو انہوں نے حال ہی میں واشنگٹن کے سرکاری دورے کے دوران سوڈان میں جاری جنگ کے خاتمے کے لیے پیش کی تھی۔

امریکہ کی زیرِ قیادت جاری امن مذاکرات، جن میں سوڈان میں ثالثی کا کردار ادا کرنے والے 'کواڈ' (Quad) کے دیگر ارکان: مصر، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات، شامل ہیں، اس وقت تعطل کا شکار ہو گئے جب برہان نے مسعد بولس کی جانب سے پیش کردہ جنگ بندی کی تازہ ترین تجویز کو کسی وضاحت کے بغیر مسترد کر دیا۔ اس بیان سے قبل، برہان مسلسل اس موقف پر بضد تھے کہ انہیں جنگ میں دوٹوک فتح اور 'ریپڈ سپورٹ فورسز' (RSF) کے آخری سپاہی کے خاتمے سے کم کچھ بھی قبول نہ ہو گا۔ درحقیقت، حکومت کے موقف میں ایک ڈرامائی تبدیلی رونما ہوئی ہے؛ وہ حکومت جو پہلے عسکری نقل و حرکت، ملیشیاؤں کی بیخ کنی اور تمام سوڈانی علاقوں کی واگزاری کا راگ الاپتی تھی، اب اس امن کی نوید سنا رہی ہے جس کے سوڈانی عوام منتظر ہیں!

برہان اس سے قبل 'کواڈ' کو جانبدار قرار دے چکے تھے اور انہوں نے امریکی ایلچی پر متحدہ عرب امارات کے موقف کی

تائید کا الزام بھی عائد کیا تھا، جس پر ریپڈ سپورٹ فورسز کو اسلحہ فراہم کرنے کا الزام ہے۔ تاہم، برہان کے اس حالیہ رجوع سے سوڈانی سیاست کا نقشہ یکسر بدل چکا ہے، کیونکہ اب وہ سوڈان میں جاری جنگ کے خاتمے کے لیے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار ہیں!

خود مختار کونسل کے سربراہ عبدالفتاح البرہان کے موقف میں یہ تبدیلیاں حیرت انگیز نہیں ہیں، کیونکہ وہ امریکی پالیسیوں کی پیروی اور اس کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ انہوں نے اس وقت اس کی راہ ہموار کی جب صدر ٹرمپ نے امریکہ-سعودی انویسٹمنٹ فورم سے خطاب کے دوران انکشاف کیا کہ محمد بن سلمان نے سوڈان کے بحران کا حل طلب کیا ہے، اور مزید کہا کہ انہوں نے ولی عہد کی وضاحت کے محض آدھے گھنٹے بعد ہی اس مسئلے پر غور شروع کر دیا تھا! ٹرمپ نے اپنی سوشل میڈیا ویب سائٹ 'ٹروتھ سوشل' پر یہ بھی تحریر کیا کہ وہ اس جنگ کو فوری طور پر رکوانے کے لیے اپنے صدارتی اثر و رسوخ کا بھرپور استعمال کریں گے!

برہان نے اگلے ہی روز ان کاوشوں کا والہانہ خیر مقدم کیا۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارم 'ایکس' (ٹویٹر) پر اپنے ایک پیغام میں انہوں نے لکھا، "شکریہ، عزت مآب شہزادہ محمد بن سلمان؛ شکریہ، صدر ڈونلڈ ٹرمپ۔" بدھ، 19 نومبر 2025 کو جاری ہونے والے ایک پریس بیان میں، جو بظاہر پہلے سے تیار شدہ معلوم ہوتا تھا، عبوری خود مختار کونسل نے کہا: "حکومتِ سوڈان، ملک میں منصفانہ امن کے قیام کے لیے سعودی عرب اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ کونسل سوڈان میں خونریزی روکنے کے لیے ان کی فکر اور مسلسل جدوجہد پر اظہارِ تشکر بھی کرتی ہے اور اس امن کے حصول کے لیے ان کے ساتھ سنجیدگی سے کام کرنے کی آمادگی ظاہر کرتی ہے جس کا سوڈانی عوام بے صبری سے انتظار کر رہے ہیں..."

یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ امریکہ اس جنگ کے ثمرات سمیٹنا چاہتا ہے جو اس نے خود بھڑکائی ہے، خاص طور پر اس وقت جب ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) نے پورے دارفور پر تسلط جما لیا ہے اور بظاہر دارفور کی سرحدوں کی حفاظت کے نام پر اب بھی کردوفان کے وسیع حصوں پر قابض ہیں۔ وہ حل جس کا خود مختار کونسل، بعض سیاسی قوتوں اور مخصوص میڈیا اداروں نے خیر مقدم کیا ہے، درحقیقت وہی تصفیہ ہے جو 'کواڈ' نے تجویز کیا تھا، جو فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتا ہے، اور اسی بنیاد پر اس حل کو نافذ کیا جائے گا! صدر ٹرمپ کے مشیر اور عرب و افریقی امور کے سینیئر امریکی تجزیہ کار، مسعد بولس نے ٹویٹ کیا: "ایک اہم ترجیح ہماری مشترکہ کوششوں کو مہمیز دینا

ہے، خواہ وہ دوطرفہ ہوں یا 'کواڈ' کے ذریعے، تاکہ سوڈانی تنازعے کے پرامن خاتمے میں مدد مل سکے۔ ہم نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر جنگ بندی، پائیدار استحکام، اور سوڈانی عوام کے لیے امداد کی ترسیل میں وسعت کے لیے عملی اقدامات پر اتفاق کیا ہے۔"

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ امریکہ سوڈان میں جنگ کے خاتمے کی کوششوں میں اس قدر تیزی کیوں لا رہا ہے، تو اس کا اصل مقصد سوڈان میں یورپی اور بالخصوص برطانوی مداخلت کا راستہ روکنا ہے۔ اس تباہ کن جنگ کا ایک بنیادی محرک نام نہاد 'فریم ورک ایگریمنٹ' کا خاتمہ کر کے برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو منظر نامے سے بے دخل کرنا تھا، جس میں امریکہ کامیاب رہا۔ اب امریکہ اپنے ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کوشاں ہے، اور امن کی آڑ میں دارفور کو الگ کر کے جنگ کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے ماضی میں جنوبی سوڈان کو علیحدہ کیا تھا۔ وہ اسی تاریخ کو دہرانے کا متمنی ہے۔ آج وہ اسی حربے کا سہارا لے رہا ہے، یعنی جنگ بندی اور قیامِ امن، تاکہ اپنے مہرے 'حمیدتی' کو وہاں مستحکم کرنے اور ایک متوازی حکومت کی تشکیل سے چشم پوشی برتنے کے بعد دارفور کو الگ کر سکے۔ اس کے خصوصی ایلچی مسعد بولس مسلسل دو فریقوں کی بات کر رہے ہیں، اور اس طرح وہ فوج کو ریپڈ سپورٹ فورسز کے مساوی قرار دے رہے ہیں۔

اے اہلِ سوڈان!

امریکہ کی مکارانہ چالوں سے دوبارہ دھوکا نہ کھاؤ! بیدار ہو جاؤ اور اسلام کے احکامات کو تھام کر دارفور کی تقسیم کے اس امریکی منصوبے کو خاک میں ملا دو، جیسا کہ تمہارے رب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ﴾ "پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع (جھگڑا) پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔"** [سورہ النساء:59]۔ ان لوگوں کا راستہ روکیں جو امریکی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں اور انہیں حق پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تلقین کریں۔

حزب التحریر کے ساتھ مل کر نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے جدوجہد کریں، جو ہمارے ملک کی وحدت کے ساتھ کھلواڑ کرنے والوں کے ہاتھ کاٹ دے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: **﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا للهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے**

پکارنے پر حاضر ہو جایا کرو جب وہ تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔"[سورہ الانفال:24]۔

ولایہ سوڈان میں حزب التحریر میڈیا آفس کے رکن

حزب التحریر / ولایہ سوڈان کے وفد کی ود مدنی شہر میں سلسلہ سمانیہ کے شیخ سے ملاقات

حزب التحریر / ولایہ سوڈان کے ایک وفد نے گزشتہ روز ہفتہ 2025/12/13 کو ریاست الجزیرہ میں سلسلہ سمانیہ کے شیخ سے ملاقات کی۔ وفد کی قیادت حزب التحریر کے رکن استاد مہدی مہاجر کر رہے تھے، جن کے ہمراہ رکن حزب التحریر استاد عبد العزیز ابراہیم اور انجینئر ولید کامل تھے۔ وفد نے دورے کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ حزب التحریر / ولایہ سوڈان کی اس مہم کا حصہ ہے جس کا مقصد دارفور کو علیحدہ کرنے کے امریکی منصوبے کو ناکام بنانا ہے۔

شیخ الفاتح عبد الرحمٰن شطوط نے وفد کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ وہ حزب کے مشن سے بخوبی واقف ہیں اور حزب التحریر وہ واحد جماعت ہے جو واضح اور دوٹوک حل پیش کرتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ خلافت کے قیام کے لیے حزب کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ڈارفور کی علیحدگی روکنے کے لیے حزب کے ہر اقدام میں ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں، اور ان کی مساجد کے دروازے حزب کے نوجوانوں کے لیے ہمہ وقت کھلے ہیں۔ ملاقات کے اختتام پر وفد نے شیخ الفاتح کا پرجوش استقبال اور شاندار ضیافت پر شکریہ ادا کیا۔

اب وقت آگیا ہے کہ امتِ مسلمہ سیکولرزم کے حصار سے باہر نکل کر سوچے

اب وقت آگیا ہے کہ امتِ مسلمہ سیکولرزم کے خول سے باہر نکل کر سوچے، استعماری مغرب کی غلامی کو "خیر باد" کہے، مغرب اور اس کے ایجنٹوں کی طرف سے ہم پر مسلط کردہ قیود کو مسترد کرے، اور معاشرے کے پست ترین طبقے کے درآمد شدہ فیصلوں کو ٹھکرا دے۔ اب وقت ہے کہ امت دنیا میں اپنا فطری اور قائدانہ کردار دوبارہ سنبھالے، پوری دنیا پر اپنی سیادت کا لوہا منوائے، اور اپنی سوئی ہوئی بیداری کو جگائے تاکہ وہ اپنی قیادت باہر سے درآمد کرنے کے بجائے اپنے اندر سے پیدا کرے۔

ایک زندہ امت، مغرب کے بٹھائے ہوئے ان غدار حکمرانوں کے فیصلوں کے آگے سرِ تسلیم خم نہیں کر سکتی جو مغربی مفادات کے چوکیدار بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے اب وقت ہے کہ ہماری امت اپنی چھینی ہوئی عظمت اور اپنی قیادت کی رفعت کو دوبارہ حاصل کرے، جو مانگی نہیں بلکہ چھینی جاتی ہے۔ ہمیں ان اسلاف کا وقار بحال کرنے کی ضرورت ہے جنہوں نے ہماری تاریخ رقم کی، اور مغربی غلامی کی ان زنجیروں کو توڑنا ہے جو ہم پر ناحق اور جبراً مسلط کی گئی ہیں۔

عظمت محض کوئی نعرہ نہیں بلکہ ایک عہد ہے جس کی تجدید کا وقت آ گیا ہے، اور قیادت محض لفظی لفاظی کا نام نہیں بلکہ ایک عمل ہے جو قوموں کی تقدیر بدلتا ہے۔ یہ ہراول دستہ، حزب التحریر، جس کے فرزند اپنے رہنماؤں سے جھوٹ نہیں بولتے، اپنی اس سلب شدہ عظمت کی بحالی کے لیے وقف ہے۔ تو آیئے نجات کی اس کشتی میں سوار ہو جائیں جس کے ذریعے آپ نبوت کے طریقے پر اپنی خلافتِ راشدہ قائم کر کے اپنی رفتہ عزت بحال کریں گے، تاکہ ہم کسی انسان کے غلام نہ رہیں۔

امت کی دولت ایک مجرم ٹولے کے ذریعے، اس کی خواہشات اور اس کے آقاؤں کے مفادات کی نذر کی جا رہی ہے

خلیجی ریاستوں کی استعماری مغرب سے غلامانہ وابستگی نے ان کی معاشی پالیسیوں کو مغرب کے اشاروں کا پابند بنا دیا ہے، بجائے اس کے کہ وہ امت کی ضروریات یا امنگوں کی عکاس ہوں۔ اس طرح وہ بے پناہ دولت جو بھاری صنعتوں کے قیام، زراعت کی جدیدیت اور امت کی نشاۃ ثانیہ (ترقی) کے لیے صرف ہو سکتی تھی، بین الاقوامی شطرنج میں محض خوشامد اور توازن برقرار رکھنے کے آلے میں تبدیل کر دی گئی ہے، جہاں مسلمانوں کا کردار محض ایک خاموش تماشائی سے زیادہ نہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اس دولت کو "بیت المال" کے بجائے "نجی ملکیت" کی ذہنیت سے چلایا جا رہا ہے جبکہ یہ تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ ایک مجرم گروہ اسے اپنی عیاشیوں اور مغربی ممالک (اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں) کو نوازنے پر لٹا رہا ہے، جنہیں وہ پھر اسی اسلحے اور طیاروں کی خریداری کے لیے استعمال کرتے ہیں تاکہ ہماری زمینوں پر بمباری کریں اور ہمارے معصوم بچوں کو قتل کریں! لہٰذا اب وقت آگیا ہے کہ امتِ مسلمہ دوبارہ بیدار ہو اور اسے یہ ادراک ہو کہ اس کی دولت کسی عارضی حکمران کی جاگیر نہیں ہے، اور نہ ہی چوروں کے اس گروہ کی ہے جو عیش و طرب کے بلند و بالا ایوانوں میں بیٹھ کر عوام کے مصائب سے بے خبر ہیں۔

تیل، گیس، سونا اور دیگر تمام قدرتی وسائل مغرب کو تحفے میں دینے کے لیے نہیں ہیں، اور نہ ہی یہ وہ اثاثے ہیں جنہیں حکمرانوں کے محلات اور ذاتی فائدوں میں ضائع کیا جائے۔ اس کے برعکس، یہ پوری امت کا حق ہے، ایک ایسی امانت جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکمرانوں سے قبل امت کو عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا اس امت کے افراد پر یہ شرعی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوت کو پہچانیں، اپنے حکمرانوں کے خوف کے بت توڑ دیں اور سمجھ لیں کہ بیداری غیر ملکی خیرات یا مغربی وعدوں سے نہیں آتی۔ بلکہ یہ اس وقت نمودار ہوتی ہے جب وہ اپنی آواز بلند کرتے ہیں اور اپنے چھینے ہوئے حقوق واپس

لیتے ہیں۔ جو امت اپنی دولت ظالموں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہے وہ اپنا مستقبل کھو بیٹھتی ہے، جبکہ جو امت اپنے وسائل پر تصرف حاصل کر لیتی ہے وہ اقوامِ عالم میں اپنا وقار اور مقام دوبارہ پا لیتی ہے۔ یہ صرف اسلامی ریاست کی واپسی سے ہی ممکن ہے۔ لٰہذا حزب التحریر کے شانہ بشانہ نبوت کے طریقے پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے تندہی سے کام کریں، تاکہ آپ کو اس دنیا اور آخرت میں حقیقی عزت و وقار میسر آسکے۔

﴿وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ﴾

"اور انہیں وہاں سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے۔"[سورہ البقرہ:191]

اے تمام مسلم ممالک کی افواج: ہر صاحبِ بصیرت جانتا ہے کہ غزہ اور اس کے عوام کی مدد کا واحد راستہ یہ ہے کہ آپ اس سرزمینِ مبارک سے یہودیوں کے تسلط کو ختم کرنے کے لیے حرکت میں آئیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ﴾ "اور انہیں وہاں سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے" [سورہ البقرہ:191]۔ لیکن آپ کے غدار حکمران، استعمار کے کارندے اور آپ کی فوجی قیادتیں درپردہ غاصب یہودی وجود کو تسلیم کرنے کی طرف بڑھ رہی ہیں، جسے "ابراہیمی معاہدوں" اور اسی طرح کے دیگر ناموں کا عنوان دیا گیا ہے جن کے لیے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔

یہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ صریح غداری ہے، قبلہِ اول اور تیسری مقدس ترین مسجد کا سودا ہے، اور اس اسلامی سرزمین سے دستبرداری ہے جو کہ پوری امت کی ملکیت ہے۔ یہ آپ کا شرعی فریضہ ہے کہ کسی بھی سیاسی لیڈر یا فوجی کمانڈر کو اسلامی فلسطین کی ایک انچ زمین بھی صہیونیوں یا کسی دوسرے کافر کے حوالے کرنے سے روکیں، چاہے اس کی کوئی بھی قیمت کیوں نہ چکانی پڑے۔ یہ حقیقت بھی آشکار ہو چکی ہے کہ "دو ریاستی حل" نہ صرف ایک دھوکہ ہے بلکہ اسلامی شریعت کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عملاً صرف ایک ہی یہودی ریاست ہو گی، جبکہ نام نہاد فلسطینی ریاست ایک میونسپلٹی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھے گی جو محض 10 فیصد زمین پر محیط ہو گی۔ یہاں تک کہ صہیونی رہنما اس سے بھی انکاری ہیں اور اسے ریاست نہیں بلکہ ایک وسیع جیل تصور کرتے ہیں جس کی پہرے داری یہودی فوجی کریں گے۔